فروری ۱۹۹۸ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

☆ انقلابی تربیت کا نبویؐ منہاج

بسلسلہ منہج انقلاب نبوی ـــ از : ڈاکٹر اسرار احمد

☆ تنظیم اسلامی ہی کیوں؟

امریکہ میں مقیم ایک نامور دینی سکالر عمران این حسین کا فکر انگیز مضمون

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد کے زیر اہتمام

تربیت گاہ برائے مبتدی رفقاء

بمقام گاگرہ' بونیر (سوات)

از ۲۲ فروری تا ۲۸ فروری ۱۹۹۸ء

حلقہ سرحد کے شمالی علاقہ جات میں موسم سرما کی تعطیلات کے پیش نظر ایک مبتدی تربیت گاہ کا انعقاد طے کیا گیا ہے۔ خواہش مند رفقاء مقام تربیت گاہ تک پہنچنے کے لئے درج ذیل ہدایات کو مد نظر رکھیں۔

☆ مالاکنڈ' بٹ خیلہ' تمر گرہ' دیر اور باجوڑ کے رفقاء اپنے مقام سے روانہ ہو کر مینگورہ سوات کے جنرل بس سٹینڈ پہنچیں۔ یہاں سے سواڑی کے لئے فلائنگ کوچ لیں اور سواڑی کے مقام پر اتر کر استقبالیہ سے رجوع کریں۔ (نوٹ : بریکوٹ اتر کر سواڑی جانے سے اجتناب کریں کیونکہ سواڑی جانے والی ویگنیں اکثر پر ہوتی ہیں۔ لہٰذا مینگورہ سوات سے اپنی نشست محفوظ کر کے سہولت سے سفر کریں)۔

☆ اس کے علاوہ رفقاء کو پشاور جنرل بس سٹینڈ سے اور مردان جنرل ویگن سٹینڈ سے "پیر بابا" کی ویگن پر سواڑی کا سفر کرنا ہو گا۔ سواڑی میں استقبالیہ سے رجوع کریں۔ سواڑی میں استقبالیہ ایاز جنرل ٹریڈرز سید جان مارکیٹ مین بازار سواڑی میں قائم کیا جائے گا۔ یہ استقبالیہ ۲۲ فروری کو صبح ۹ بجے سے نماز عصر تک رفقاء کی سہولت کے لئے قائم رہے گا۔ (فون نمبر 03939-510406) تربیت گاہ نماز عصر کے فوراً بعد شروع ہو گی۔ رفقاء سے التماس ہے کہ وہ سواڑی نماز ظہر تک پہنچ جائیں۔

☆ کسی وجہ سے لیٹ ہونے والے رفقاء سواڑی اتر کر "دیوانہ بابا" جانے والی سواری کا پتہ کر کے اس پر سوار ہو جائیں اور گاگرہ ہائی سکول پر اتر جائیں۔ یہاں پر رہنمائی کے لئے موزوں انتظام ہو گا۔

المعلن : **امیر تنظیم اسلامی حلقہ سرحد**

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی

لائبریری ★ قرآن اکیڈمی لاہور ★

ماہنامہ

میثاق

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد :	۴۷
شمارہ :	۲
شوال المکرم	۱۴۱۸ھ
فروری	۱۹۹۸ء
فی شمارہ	۱۰/-
سالانہ زرِ تعاون	۱۰۰/-

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک

- امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
- سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، افریقہ، ایشیا، یورپ، جاپان — 17 ڈالر (600 روپے)
- ایران، ترکی، اومان، مسقط، عراق، الجزائر، مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیلِ زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت : 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون : 03-02-5869501

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی : 67۔ گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور، فون : 6305110

پبلشر: ناظم مکتبہ، مرکزی انجمن، طابع : رشید احمد چودھری، مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

☆ **عرض احوال** ____ ۳

حافظ عاکف سعید

☆ **منہج انقلاب نبوی ﷺ** (۳) ____ ۵

انقلابی تربیت کا نبویؐ منہاج

ڈاکٹر اسرار احمد

☆ **تازہ خواہی داشتن** ____ ۲۳

"میثاق"

مولانا امین احسن اصلاحی

☆ **دعوت و تحریک** ____ ۳۳

تنظیم اسلامی ہی کیوں؟

عمران نذر حسین

☆ **امت مسلمہ کی عمر** ____ ۵۲

اور مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان (۹)

مترجم : پروفیسر خورشید عالم

☆ **گوشہ خواتین** ____ ۶۱

کل نفس ذائقة الموت

☆ **افکار و آراء** ____ ۷۸

کیا عربی گرامر اور تعلیمات قرآنی کا سیکھنا ہی کافی ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے اولاً اپنے خطاب عید میں اور بعد ازاں ۶ فروری کے خطاب جمعہ میں اس بات پر خصوصی زور دیا کہ حالات کی نزاکت کا تقاضا ہے کہ ہر دردمند مسلمان پاکستان کو بچانے کی خاطر غلبہ و اقامت دین کے لئے میدان عمل میں نکل آئے۔ اس لئے کہ نصف صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود اگر ہم نے اللہ کے ساتھ عہد شکنی اور اس کے دین کے ساتھ غداری کی روش برقرار رکھی تو شدید اندیشہ ہے کہ مملکت خداداد پاکستان کی سالمیت سنگین خطرات سے دوچار ہو جائے گی۔ انہوں نے ملکی حالات' بالخصوص خارجی حالات کے حوالے سے اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانان پاکستان کو دعوت دی کہ وہ بے عملی کی موجودہ روش کو ترک کرتے ہوئے بلاتاخیر کسی بھی ایسی دینی جماعت میں ضرور شامل ہو جائیں کہ جو غلبہ و نفاذ اسلام کے لئے سرگرم عمل ہو۔ امیر تنظیم کے خیالات کا جامع خلاصہ' جن میں ملکی سیاسی صورتحال اور داخلی اور خارجی حالات کے حوالے سے بھرپور تبصرہ بھی شامل ہے' ان کے مذکورہ بالا خطابات کے "پریس ریلیز" کے ذریعے بخوبی سامنے آتا ہے :

خطاب عید کا خلاصہ

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد نے مسلمانان پاکستان سے پرزور اپیل کی ہے کہ وہ ملکی و ملی معاملات کے ضمن میں لاتعلقی کا موجودہ رویہ ترک کر کے میدان عمل میں آئیں اور اسلامی نظام کے قیام کے لئے سرگرم عمل ہو کر پاکستان کو بچانے میں اپنا کردار ادا کریں' کیونکہ اگر خدانخواستہ وہ بنیاد ہی نہ رہی جس پر پاکستان قائم ہوا تھا تو ہم بتدریج ملکی سالمیت اور خود مختاری سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ مسجد دارالسلام میں عید الفطر کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ملک اس وقت گوناگوں مسائل میں گھر چکا ہے۔ ایک جانب عالمی سیاست کا دباؤ ہے جو پاکستان کو بھارت کے سامنے سر جھکانے اور بھارت کا تابع مہمل بنانے کے درپے ہے۔ دوسری طرف بھارت میں بی جے پی اب ایک بہت بڑی سیاسی قوت کے طور پر ابھر رہی ہے جس کی پاکستان دشمنی کسی سے مخفی نہیں۔ چنانچہ وہ تقسیم ہند کے خاتمے کا کھلا ایجنڈا لئے سامنے آ چکی ہے۔ ادھر اندرونی طور پر پہلے ہی ہمیں بدترین معاشی بدحالی کا سامنا ہے جس کے باعث ملک پورے طور پر آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے رحم و کرم پر ہے۔ مزید تشویش ناک بات یہ ہے کہ

اس کے باوجود کہ موجودہ حکومت بھاری مینڈیٹ کی حامل ہے' ملکی سیاسی فضا بدستور دھندلاہٹ کا شکار ہے۔ اے این پی اور ایم کیو ایم جیسی قومیت پرست جماعتوں کے ساتھ موجودہ حکومت کے درپردہ نامعلوم کون کونسے معاہدے ہیں کہ جن کے باعث حکومت سیاسی بے عملی اور بوکھلاہٹ کا شکار نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ بھارت کے ساتھ کشمیر کے منصفانہ تصفیہ' تعلقات کی بحالی اور باہمی تجارت کے فروغ کی اہمیت کا کوئی بھی حقیقت پسند شخص انکار نہیں کرتا' لیکن اس نوع کا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے اگر ہم نے دستور کی سطح پر قرآن و سنت کی مکمل اور غیر مشروط بالادستی کا اہتمام نہ کیا اور بھارت کے لئے دوستی کے دروازے کھول دیئے تو ہمارا یہ طرز عمل قومی خودکشی کے مترادف ہو گا اور ہم ہمیشہ کے لئے اپنا جداگانہ تشخص کھو بیٹھیں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم میں سے ہر شخص غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کرنے والی کسی نہ کسی دینی جماعت میں شامل ہو کر اس ملک کا حقیقی بہی خواہ ہونے کا ثبوت دے۔ انہوں نے کہا کہ وقت کی نزاکت کے پیش نظر اب ہمیں یہ انتظار ختم کر دینا چاہئے کہ پہلے تمام دینی جماعتیں اکٹھی ہوں تو ہم آگے بڑھیں۔ ہمیں اپنی اپنی ذمہ داری کی ادائیگی کی فکر کرنی چاہئے۔ اگر تمام دینی جماعتیں خلوص و اخلاص کے ساتھ غلبہ و اقامت دین کے ہدف کے لئے جدوجہد کریں گی تو ایک وقت آئے گا کہ ان شاء اللہ یہ سب اسلامی نظام کے قیام کے لئے متحد ہو جائیں گی۔

جمعہ ۶/ فروری کا خطاب

امریکہ ہر قیمت پر اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے بھارت کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے' چنانچہ موجودہ امریکی پالیسی کا اہم ترین ایجنڈا پاکستان کو بھارت کا تابع مہمل بنانا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں نماز جمعہ سے قبل خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک کو اس وقت شدید قسم کے خارجی دباؤ اور داخلی خلفشار کا سامنا ہے چنانچہ اگر جلد حالات میں مثبت تبدیلی نہ آئی تو خطرہ ہے کہ پاکستان کسی عظیم سانحے سے دوچار نہ ہو جائے۔ انہوں نے کہا ہے کہ نواز شریف حکومت کی جانب سے امریکہ کے دباؤ کی وجہ سے بھارت سے ہر قیمت پر دوستی کی "کمٹمنٹ" کا اظہار ملک و ملت کے خیر خواہوں کے لئے زبردست تشویش کا باعث ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نواز شریف حکومت کی طرف سے اے این پی اور ایم کیو ایم کی غیر معمولی پذیرائی سے قومیت پرست عناصر کو تقویت حاصل ہو رہی ہے جو ملکی سالمیت اور قومی یکجہتی کے اعتبار سے ہرگز خوش آئند نہیں ہے۔ نواز شریف اپنے بھاری مینڈیٹ کو بھاری ترمینڈیٹ میں بدلنے کی سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں' چنانچہ پارلیمنٹ کو "ربڑ سٹمپ" بنا دیا گیا ہے اور مملکت کے

(باقی بیک ٹائٹل کے اندرونی صفحہ پر)

انقلابی تربیت کا نبویؐ منہاج

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

(مرتب : شیخ جمیل الرحمٰن)

تُو خاک میں مِل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
اِن خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ' تعمیر نہ کر!

انقلابی جماعت کی تشکیل و تنظیم کے بعد اگلا مرحلہ افراد کی تربیت کا ہے۔ کیونکہ کچے پکے لوگوں کو جمع کر کے اگر کوئی کام شروع کیا جائے' خاص طور پر انقلاب کا کام جہاں تصادم کا شدید ترین مرحلہ بھی آتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اپنی ناکامی کا سبب پہلے ہی سے خود فراہم کر لیا ہے۔ اس لئے کہ کچے پکے لوگوں کے ہاتھوں کامیابی کا کوئی امکان ہی نہیں۔ اس کام کے لئے بہت پختہ اور بہت مضبوط لوگ درکار ہیں ——— اسی کو علامہ اقبال نے یوں کہا ہے کہ ؎

خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیر بے زنہار تو

یعنی پختہ ہونا لازم ہے۔ خام لوگوں سے کوئی کام نہیں ہو سکے گا۔ مثال کے طور پر اگر ریت کے بڑے بڑے گولے بنائے جائیں اور پھر انہیں کسی دروازے یا کھڑکی کے شیشے پر پوری قوت سے دے ماریں تو شیشے کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اس میں تو بال بھی نہیں پڑے گا' البتہ پھینکے ہوئے ریت کے گولے بکھر جائیں گے۔ لیکن اسی ریت کو بھٹی میں پکا کر پختہ اینٹ بنا لیں' پھر اس اینٹ کو شیشے پر دے ماریں تو نتیجہ برآمد ہو گا کہ شیشہ کھیل کھیل ہو جائے گا ——— علامہ نے بڑے ہی پیارے اور بڑے ہی مؤثر انداز میں اسے فارسی میں خوب ادا

کیا ہے۔ یوں سمجھئے کہ اس میں ۳+۳ کے مراحل کو ایک ایک مصرع میں سمو دیا ہے ؎

با نشّہ درویشی در ساز و دمادم زَن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زَن!

پہلا مرحلہ ہے تیاری کا۔ اس کے لئے درویشی چاہئے۔ خاک میں ملنا پڑے گا' آگ میں جلنا ہو گا' آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزرنا پڑے گا' نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنا ہو گا۔ ان سب سے گزر کر پھر جب پختہ ہو جاؤ تو پھر اپنے آپ کو سلطنتِ جم پر دے مارو۔ یعنی اسلام یہ بھی نہیں چاہتا کہ بس اپنی ذاتی اصلاح ہی کو مقصود و مطلوب بنالو۔ یہ نہ ہو کہ خانقاہی مزاج ہی پختہ تر ہوتا چلا جائے اور میدان میں آنے کا مرحلہ ہی نہ آئے بلکہ وہ نظروں سے بالکل اوجھل ہو جائے۔ باطل سے تصادم کے لئے تیاری بھی بہت ضروری ہے' بغیر تیاری کے میدان میں آگئے تب بھی ناکامی ہے۔ لیکن اگر محض تیاری ہی ہوتی رہے۔ باطل کے خلاف نبرد آزما ہونے کا خیال بھی دل میں نہ آئے تو وہ تیاری بے کار ہو جائے گی[1]

اس تربیت کے ضمن میں یہ بات بھی پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ یہ محض انقلاب نہیں اسلامی انقلاب کی تیاری ہے' اس لئے کارکنوں کی روحانی اور اخلاقی تربیت ضروری ہے۔ جب تک وہ ان دونوں اقدار کا پیکر نہ بن جائیں تو پیش نظر انقلاب میں کہاں سے وہ اقدار آجائیں گی اور کہاں سے وہ اَبعاد (Dimensions) آجائیں گے جو اس نظام کے لازمی اجزاء میں سے ہیں جو قائم کرنا مطلوب ہے۔ لہٰذا بنیادی طور پر فرق واقع ہو جائے گا۔ ایک تربیت وہ ہے جو کسی دنیوی اور مادی انقلاب کے لئے کافی ہے اور ایک تربیت وہ ہے جو اسلامی انقلاب کے لئے درکار ہے۔ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

---

[1] اس موضوع پر ارمغانِ حجاز میں علامہ اقبال کے یہ اشعار بھی نہایت موزوں ہیں ؎

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری — کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری
ترے دین و ادب سے آرہی ہے بوئے رہبانی — یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالمِ پیری
شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو — کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری!

(مرتب)

انقلابی تربیت کا ہدف

اب جو حزب اللہ وجود میں آئے گی اس کے متعلق پہلے یہ سمجھنا ضروری ہو گا کہ اس حزب اللہ کے سامنے ہدف کیا ہے؟ اگر ہدف اسلامی انقلاب ہے تو پھر لازماً یہ غور کرنا ہو گا کہ اس کے لئے کس قسم کے کارکن درکار ہیں! وہ نقشہ کیا ہے جس کے مطابق کارکنوں کو جدّوجہد کرنی ہے! ظاہر ہے کہ کسی مہم کے لئے ایک ہدف (Target) معین کیا جاتا ہے' پھر اسی کی مناسبت سے اسباب و وسائل مہیا کئے جاتے ہیں۔ یہ بھی طے کرنا ہوتا ہے کہ اس مہم کے لئے کس نوع کے اوصاف اور صلاحیتیں رکھنے والے کارکن اور کس قسم کی سیرت و کردار کے لوگ درکار ہیں۔ اس سلسلہ میں بھی قرآن پاک سے واضح راہنمائی ملتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: کُونُوا رَبَّانِیِّیْنَ "اللہ والے بنو"۔ جب تک اللہ والے وجود میں نہیں آئیں گے' اسلامی انقلاب کا کوئی سوال نہیں۔ محض عسکری تربیت ہو' محض ڈسپلن کی عادت ہو اور محض چلت پھرت اور حرکت ہو' تو ان چیزوں سے انقلاب نہیں آتا۔ خواہ ان چیزوں کی وجہ سے کسی خاص وقت میں کوئی سماں بندھ جائے اور لوگ مرعوب ہو جائیں ـــــ لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔ اس کام کے لئے اللہ والے درکار ہیں' یعنی رِبِّیُّوْن ـــــ فرمایا گیا: وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ـــــ "اور کتنے ہی انبیاء ایسے گزرے ہیں جن کے ساتھ ہو کر "رِبِّیُّوْن" یعنی اللہ والوں نے جنگ کی ہے' تو وہ ان مصیبتوں کی وجہ سے جو انہیں اللہ کی راہ میں پہنچیں نہ پست ہمت ہوئے' نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ انہوں نے دشمنوں کے آگے گھٹنے ٹیکے۔"

اس آیت میں جو لفظ "وَهن" آیا ہے وہ قابل توجہ ہے۔ اس کے معنی ضعف کے ہیں۔ اب یہی لفظ ضعف اس آیت میں آ گیا ہے' ساتھ ہی "اِستکانة" کا بھی لفظ آیا ہے جس کے معنی بھی کمزوری کے ہیں۔ اگرچہ ان تینوں الفاظ میں کمزوری کا مفہوم مشترک ہے' لیکن ان تینوں میں ایک باریک اور نازک سا فرق بھی ہے۔ موت سے خوف

اور زندگی سے محبت دل میں جو کمزوری پیدا کرتی ہے وہ "وھن" ہے۔ اسی مفہوم میں یہ لفظ ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔[۱] جسمانی کمزوری اور قوتِ ارادی کی کمزوری سے عمل میں جو تعطل پیدا ہوتا ہے وہ "ضعف" ہے۔ جبکہ حریف کے آگے گھٹنے ٹیک دینے کی کمزوری اور بزدلی "اِستِکانَۃ" ہے۔ چنانچہ اس آیت سے یہ بات واضح ہوئی کہ انبیاء علیہم السلام کے حَوارِیّین جہاں شجاع، بہادر اور جنگجو تھے اور کسی قسم کی کمزوری اور بزدلی ان کے پاس پھٹکی بھی نہیں تھی، وہاں وہ "رِبِّیُّون" یعنی اللہ والے بھی تھے۔ بلکہ اگر آیت کے اسلوب کے پیش نظر یہ مفہوم لیا جائے کہ ان میں شجاعت، پامردی، جان نثاری کے اوصاف پیدا ہی اس باعث ہوئے تھے کہ وہ "رِبِّیُّون" تھے، اللہ والے بن چکے تھے، اللہ کی راہ میں جان دینا ان کو زندگی سے عزیز تر ہو گیا تھا، تو یہ بھی صحیح ہو گا۔ پس معلوم ہوا کہ اسلامی انقلابی جماعت کے کارکنوں کا اولاً اللہ والا ہونا لازمی ہو گا اور یہی لِلّٰہیت ان میں وہ بہادری، دلیری اور حوصلہ مندی پیدا کرے گی کہ وہ اپنے سے دوگنا نہیں، دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد کی کفار کی فوج سے بھی پروانہ وار ٹکرائیں گے۔ ان کو اللہ کی راہ میں گردن کٹانے کی آرزو اور تمنا سے عزیز تر کوئی چیز نہیں ہو گی۔ اگر صرف عسکری قوت ہی ہے، صرف مادی تربیت ہی ہے اور صرف تنظیم ہے، لیکن اللہ سے تعلق کمزور ہے تو وہ کام نہیں ہو گا جسے اسلامی انقلاب، اعلائے کلمۃ اللہ، اقامتِ دین اور اظہار دین الحق علی الدّین کلّہٖ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلامی انقلاب کے لئے جہاں تنظیم ضروری ہے اور اس میں انتہائی مضبوط ڈسپلن ضروری ہے، وہاں اس تنظیم کے کارکنوں میں "رِبِّیُّون" یعنی اللہ والے ہونے کے اوصاف لابُدّ منہ ہیں۔ ان اوصاف کے بغیر محض تنظیم اور محض ڈسپلن اسلامی انقلابی عمل کے لئے ہرگز کفایت نہیں کریں گے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب انقلاب اسلامی کے بین الاقوامی مرحلہ کی تکمیل کے لئے جنگیں ہو رہی تھیں تو دو بڑے بڑے محاذ کھل گئے تھے۔ ایک شام کا محاذ اور دوسرا ایران کا محاذ ——— ایران کی افواج کے سپہ سالار رستم نے

---

[۱] مشکوٰۃ، باب تغیر الناس، ص ۴۵۹

چند ایرانی جاسوس بھیجے کہ مسلمانوں کی فوجوں کے حالات معلوم کریں اور رپورٹ دیں تاکہ اندازہ ہو کہ ان کے عزم و ہمت اور حوصلہ و ولولہ (Morale) کا عالم کیا ہے؟ ان کا رنگ ڈھنگ کیا ہے؟ ان کے شب و روز کیسے ہیں؟ بے سرو سامان اور لوٹ مار کی خوگر اس عرب قوم کی کایا پلٹ اور قلب ماہیت کے اسباب کیا ہیں؟ سامان جنگ ان کے پاس کس درجہ کا ہے؟ رسد رسانی کے انتظامات کیا ہیں؟ فوجوں کی اصل تعداد کیا ہے؟ وغیرہ۔ تاکہ وہ اس تحقیق کی روشنی میں اپنے لئے جنگ کی حکمتِ عملی مرتّب کر سکے۔ ان تحقیقات سے یقیناً مدد ملتی ہے اور اگر کسی سمت میں کمزوری یا ضعف نظر آ جائے تو اس سے حریف بھرپور فائدہ اٹھانے کی تدابیر اختیار کرتا ہے۔ ان جاسوسوں نے مسلمانوں کے لشکر میں گھوم پھر کر حالات معلوم کئے۔ اس کے لئے انہوں نے کیا بھیس بدلا ہو گا اور کیا کیا پاپڑ بیلے ہوں گے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بہرحال انہوں نے واپس جا کر رستم کو جامع ترین الفاظ میں جو رپورٹ دی وہ یہ تھی کہ یہ عجیب لوگ ہیں : هُمْ رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ وَفُرْسَانٌ بِالنَّهَارِ۔ "یہ رات کے راہب اور دن کے شہسوار نظر آتے ہیں"۔ ان کی راتیں اپنے اللہ کے حضور میں قیام و سجود، الحاح و گریہ اور دعا و مناجات میں بسر ہوتی ہیں۔ ان کی ڈاڑھیاں اور ان کی سجدہ گاہیں خشیتِ الٰہی کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں ـــــ اور یہی لوگ دن کو شہسوار اور جنگجو نظر آتے ہیں اور میدان جنگ میں برق کی مانند کوندتے، لپکتے، جھپٹتے ہیں اور اس راہ میں گردن کٹا دینے کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں ـــــ جبکہ دنیا آج تک فوجیوں کے جن طور طریقوں سے واقف چلی آ رہی ہے وہ تو یہ ہیں کہ ان کی راتیں شراب و کباب اور شباب سے کھیلنے میں بسر ہوتی ہیں۔ جس بستی یا اس کے گرد و نواح میں کسی فوج کا پڑاؤ ہو جائے تو کیا وہاں کسی جوان خاتون کی عصمت محفوظ رہ سکتی ہے؟ لیکن وہ ایسے انوکھے، نرالے اور عجوبۂ روزگار سپاہی تھے کہ ان کی شخصیت کے یہ دو رخ "رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ وَفُرْسَانٌ بِالنَّهَارِ" اتنے ظاہر و نمایاں تھے کہ غیر مسلم ایرانی جاسوسوں کو بھی نظر آ گئے۔

تو یہ جو دو متضاد کیفیات کو جمع کر دیا ہے درحقیقت یہ تربیت محمدی علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا کمال ہے۔ اس زمانے میں ان دونوں اقسام کے لوگ موجود تھے۔ شام و فلسطین

کے علاقوں میں راہب اور راہب خانے بڑی کثرت سے موجود تھے۔ ایران اور روما اُس وقت کی دو عظیم ترین سلطنتیں تھیں اور ان کے درمیان وقفہ وقفہ سے سالہا سال تک جنگوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ چنانچہ ایرانی' راہبوں اور ان کے روز و شب کے معمولات سے خوب واقف تھے۔ بحیرہ راہب کا نام سب نے سن رکھا ہے جس نے حضور ﷺ کو بچپن میں پہچانا تھا ـــــ جب آپؐ ابو طالب کے ساتھ ایک تجارتی قافلہ میں شامل ہو کر شام تشریف لئے گئے تھے ـــــ کہ آپؐ نبی آخر الزماں ہیں۔ اندازہ کیجئے کہ اس راہب کا کتنا علم اور کتنا فہم ہو گا! اسی طریقہ سے حضرت سلمان فارسیؓ کی داستان میں کئی راہبوں کا ذکر آتا ہے۔ اور ایک راہب ہی نے' جبکہ وہ بستر مرگ پر تھا' حضرت سلمانؓ کے یہ پوچھنے پر کہ آپ کے بعد میں کس کے پاس جاؤں؟ کیونکہ تلاش حقیقت کی میری پیاس ابھی بجھی نہیں ہے اور آپ کے انتقال کا وقت آ گیا ہے' تو اسی نے بتایا تھا کہ کھجوروں کی سرزمین میں آخری نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ اس طرح ایرانی' راہبوں سے خوب واقف تھے اور یقیناً ان میں چند بڑے خدا رسیدہ راہب تھے۔ لیکن وہ راہب' دن کے بھی راہب تھے اور رات کے بھی راہب۔ ان کے ہاتھ میں تلوار کبھی نظر نہیں آ سکتی۔ وہ کسی میدان جنگ میں لڑتے ہوئے نظر نہیں آ سکتے۔ اسی طرح ایرانی جنگی سپاہیوں سے بھی واقف تھے۔ اُس دور میں سلطنتِ روما اور سلطنتِ کسریٰ کی لاکھوں کی تعداد میں وقت کے اعلیٰ ترین اسلحہ سے لیس اور بہترین تربیت یافتہ عسکری قوت موجود تھی' اگرچہ عرب اُس وقت ان دونوں چیزوں سے نابلد تھے ـــــ پھر تعداد کے تناسب کا یہ عالم تھا کہ دورِ نبوت میں جنگِ مُوتہ کے موقع پر مسلمانوں کے تین ہزار کے لشکر کے مقابلہ میں رومیوں کی ایک لاکھ کی فوج آ گئی تھی۔ تو ان دونوں مملکتوں کے پاس لاکھوں کی تعداد میں فوجیں ہر وقت موجود رہتی تھیں۔ لیکن مسلمان مجاہدین کا عالم یہ تھا کہ ع "تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا۔"

جناب محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا یہ کمال ہے کہ ان دو متضاد چیزوں کو ایسے جمع کیا ہے کہ مسلمان رات کے راہب ہیں اور دن کے مجاہد اور مرد میدان ہیں۔ اور جب تک یہ دونوں اوصاف جمع نہیں ہوں گے وہ اسلامی انقلاب کبھی نہیں آئے گا جو

اصل مقصود ہے' اور جو برپا فرمادیا تھا نبی اکرم ﷺ نے ——— اور یہ اصل میں نتیجہ تھا حضور ﷺ کی تربیت کا کہ اہل ایمان "رُھبَانٌ بِاللَّیلِ وَفُرسَانٌ بِالنَّھَار" کا ایک ایسا مرقع بن گئے تھے جو دشمنوں کو بھی چشمِ سر سے نظر آتا تھا۔

خانقاہی تزکیہ و تربیت

تربیت و تزکیہ ہی کے مقصد کے لئے بنو امیہ کے دور ہی میں راہبانہ اور خانقاہی نظام بنا تھا جو بہت مؤثر رہا ہے اور اس نے بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔ لیکن وہ نظام انقلابی کارکن پیدا نہیں کر سکتا۔ وہ نظام اُس وقت بنا جب اسلامی حکومت قائم تھی۔ اگرچہ اس میں ایک خرابی پیدا ہو گئی تھی کہ اسلام کے نظامِ خلافت کا یہ اصول کہ جو بھی خلیفہ بنایا جائے وہ کسی خاندانی اور قبائلی تعلق کی بنیاد پر نہیں بلکہ مسلمانوں کے باہمی مشورے سے بنایا جائے' ختم ہو گیا تھا۔ لیکن بہرحال پوری اسلامی مملکت میں اسلامی قانون رائج تھا' فقہاء تھے' مفتی حضرات تھے' قاضی تھے' عدالتیں تھیں اور اسلام کا پورا دیوانی اور فوجداری قانون رائج تھا۔ حدودُ اللہ جاری تھیں' تعزیرات کا اجراء ہو رہا تھا۔ قاضی حضرات بڑے بڑے باجبروت خلفاء بلکہ صحیح تر الفاظ میں ملوک و سلاطین کو مدّعیٰ علیہ یا شاہد کے طور پر عدالت میں حاضر ہونے کے پروانے جاری کر دیتے تھے۔ حکومت کی سطح پر زکوٰۃ، عشر اور خراج کی تحصیل و تقسیم کا انتظام موجود تھا۔ معاشی ناہمواری اور فرق و تفاوت بہت کم تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ مطلقہ کا اٹل اصول نہ صرف تسلیم کیا جاتا تھا بلکہ اس دائرے کے اندر اندر قانون سازی ہوتی تھی جو اللہ تعالیٰ نے ہیئتِ اجتماعیہ کی صواب دید پر چھوڑ دیا تھا۔ ان حالات میں انقلابی طرز و نوعیت کی جدوجہد کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہاں جو تربیت درکار تھی وہ یہ تھی کہ اچھے مسلمان وجود میں آئیں۔ خدا ترس لوگ معاشرہ میں زیادہ سے زیادہ موجود رہیں۔ ایسے لوگ چشمِ سر سے نظر آئیں جن کی نگاہ میں دنیا کی حیثیت پرِ کاہ سے بھی فروتر ہو اور آخرت ہی ان کا مطلوب و مقصود ہو۔ لوگوں میں امانت ہو' دیانت ہو' شرافت ہو' ہمدردی ہو' دمسازی ہو' دلوں میں خدمت خلق کا بے پناہ جذبہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اُس زمانے میں مسلمانوں کا نظامِ تربیت خالص خانقاہی طرز

اور مزاج کا بن گیا تھا ــــــ جس میں قلوب کا تزکیہ کیا جارہا ہے' اذکار و اشغالِ مسنونہ کی تلقین کی جاری ہے' لوگوں کی نفسیات کے پیش نظران کو مختلف نفلی' مستحب اور مباح دینی وظائف کی تعلیم دی جارہی ہے ــــــ اس لئے کہ پیش نظرانفرادی اصلاح تھی' کیونکہ مقبوضاتِ اسلامیہ میں اسلام کا اجتماعی قانون تو نافذ تھا' چنانچہ انقلاب کے لئے کارکنوں کی تربیت کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ کارکنوں کو اس اعتبار سے میدان میں لانے کی حاجت ہی نہیں تھی۔ لہٰذا انقلابی تربیت اور انقلابی تصورات والا حصہ اس خانقاہی تربیت میں نہیں تھا۔

ان خانقاہوں کے تربیت یافتہ لوگوں یا ان سے متعلق حضرات کا چہار دیواری سے میدان میں نکل کر باطل کو للکارنا' اس سے نبرد آزمائی اور نظامِ حق کو قائم کرنے کے لئے تن من دھن لگا دینا یہ عنصر در حقیقت اس خانقاہی طرز کی تربیت کے مزاج میں شامل نہیں ہے ــــــ اس بات کو علامہ اقبال نے اپنے کلام میں خوب واضح کیا ہے۔ ان کا یہ قطعہ بڑا پیارا ہے ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور
الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملّا کی اذاں اور' مجاہد کی اذاں اور

تو خانقاہی تربیت کا ہدف کچھ اور رہے' اس کا نتیجہ کچھ اور رہے' جبکہ انقلابی یا مجاہدانہ تربیت کا ہدف کچھ اور رہو گا اور اس کا نتیجہ کچھ اور رہو گا۔ جہاں انقلاب کی ضرورت نہیں وہاں وہ خانقاہی تربیت کافی ہے' لیکن جہاں پیش نظرانقلاب برپا کرنا اور غلبہ دین کی جدوجہد کرنا ہو تو ظاہر بات ہے وہاں وہ خانقاہی تربیت کافی نہیں ہو گی۔

اگر بالکل Objectively اور معروضی انداز میں دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا طریق تربیت کیا تھا! علامہ اقبال نے اسی فرق کو اس قطعہ میں واضح کیا ہے ؎

یا وسعتِ افلاک میں تکبیرِ مسلسل
یا خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مسلکِ مردانِ خود آگاہ و خدا مست
یہ مذہبِ مُلّا و جمادات و نباتات

اللہ اکبر کی تسبیح ایک مجاہد بھی کرتا ہے اور کسی خانقاہ میں بیٹھا ایک صوفی بھی کر رہا ہے۔ لیکن ان دونوں کی تسبیح میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اب دیکھئے الفاظ وہ استعمال کئے ہیں جو تصوف کے ہیں "خود آگاہ اور خدا مست"۔ یعنی وہ لوگ جو اپنے آپ کو بھی پہچان چکے ہیں اور محبّتِ الٰہی میں مست بھی ہو چکے ہیں۔ لیکن محبتِ الٰہی میں مست ہونے کا ایک نتیجہ تو یہ ہے کہ آپ مجذوب ہو کر بیٹھ جائیں' آپ کی قوتِ عمل معطل ہو جائے۔ اور ایک محبتِ خداوندی وہ ہے کہ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر آپ میدان میں آئیں اور اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے اپنی گردن کٹوا دیں۔ اب یہ دو نتیجے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ لہٰذا ان کو علّامہ نے محولہ بالا قطعہ میں نمایاں کیا ہے۔

اس قطعہ کے ذریعے واضح طور پر فرق و تفاوت سامنے آجاتا ہے کہ ایک ہے مذہبی اور خانقاہی نظامِ تربیت اور دوسرا ہے انقلابی و مجاہدانہ نظامِ تربیت۔ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جو مجاہدانہ اور انقلابی تربیت ہے اس کا شاہکار ہے تربیتِ محمدی ﷺ۔ چنانچہ حضورؐ نے جن اصحاب کو تربیت دے کر تیار فرمایا وہ سر بکف ہو کر میدان میں آگئے : يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ۔ "وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں' پھر قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں۔" ان کے لئے گویا زندگی کی آخری تمنّا یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں گردن کٹ جائے' جان چلی جائے اور شہادت کی موت حاصل ہو جائے۔ ان کے دلوں میں اس سے بڑی آرزو اور کوئی نہیں ہے۔ اس ضمن میں قرآن حکیم کے چند حوالے ملاحظہ ہوں ـــــ سورۃ الفتح کے آخر میں فرمایا :

﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝﴾

"وہی (اللہ) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (ﷺ) کو الہدیٰ اور دین الحق دے کر

تاکہ غالب کرے اسے پوری جنسِ دین پر (پورے نظامِ حیات پر) اور اللہ کافی ہے بطورِ گواہ۔"

پورے نظام ہائے زندگی اور نظام ہائے اطاعت پر دینِ حق کا غلبہ ہی تو درحقیقت انقلابی عمل ہے۔ محمد ﷺ اپنے اس فرض منصبی کی ادائیگی میں جو کچھ کر سکتے تھے وہ کر گزرے تو اس کے لئے بطورِ گواہ اللہ کافی ہے۔ کسی اور کی گواہی کی آپؐ کو ضرورت نہیں ـــــ اگلی آیت میں فرمایا کہ یہ کام کون کریں گے' یا یہ کام کس نے کیا! فرمایا: "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ" یہ درحقیقت محمد ﷺ اور وہ لوگ" جو ان کے ساتھ ہیں' سب کی مشترکہ جدّوجہد اور سعی و محنت ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت کو کم کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ اللہ تعالیٰ تو انہیں اپنی کتابِ مبین میں اپنے رسول ﷺ کا مُعین قرار دے رہا ہے۔ غور کا مقام ہے اسلامی انقلاب اگر اکیلے رسول کے ذریعے سے ہو سکتا ہوتا تو کیوں نہ حضرت نوح علیہ السلام انقلاب برپا کر دیتے! لیکن رسول کے ساتھ ایک ایسی جمعیت اور جماعت کی ضرورت ہوتی ہے جس کی رسول کے ساتھ Total Commitment ہو' جو اپنے آپ کو رسول کے مقصد کے لئے ہمہ تن وقف کر لے اور کامل تعاون و اعانت کا عملی مظاہرہ دکھا دے۔ جہاں رسول کا پسینہ بہے وہ اپنے خون کی ندیاں بہا دے۔ وہ رسول کے چشم و ابرو کے اشارے پر اپنی گردنیں کٹوا دینے کو اپنے لئے دنیا کی عظیم ترین نعمت و سعادت سمجھے۔ جب تک ایسے لوگوں کی جماعت و جمعیت موجود نہ ہو انقلاب نہیں آ سکتا' اللہ کا دین غالب نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کی امتیازی خصوصیت والی آیتِ مبارکہ: "هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا" سے متصلاً بعد فرمایا: "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ" ـــــ یہ ہے اِن دونوں آیات کا باہمی ربط و تعلّق۔ یہ ہے نظمِ آیات جس میں معانی و مفاہیم اور حکم و بصائر کے کبھی ختم نہ ہونے والے خزانے موجود ہیں۔ یہ ہیں وہ جواہرات اور عجائبات جو قرآن و حدیث اور سیرتِ مطہرہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں معروضی طور پر تدبّر اور غور و فکر کرنے والے طالب علم کے

نصیب میں آتے ہیں۔

انقلابی کارکنوں کے مطلوبہ اوصاف

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ

سورۃ الفتح کی آخری آیت میں آگے چل کر پہلے ان لوگوں کی سیرت کے دو اوصاف اور دو ابعاد (Dimensions) بیان ہوئے جو اسلامی انقلاب کے لئے درکار ہیں :

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ... ﴾

"محمدؐ رسول اللہ (ﷺ) اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں، کفار کیلئے نہایت سخت ہیں، آپس میں (مسلمانوں کے حق میں) نہایت نرم دل، شفیق، ہمدرد و دمساز ہیں۔"

اسی کو علامہ اقبال نے یوں تعبیر کیا ہے ؎

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم!
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

پس کسی انقلابی جماعت میں پہلا وصف "اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ" ہے۔ ایک انقلابی شخص یہ سمجھتا ہے کہ رائج الوقت نظام باطل ہے ـــــ اب جو اس نظام سے وفاداری کا رشتہ رکھتا ہے، وہ چاہے باپ ہو، بیٹا ہو، بھائی ہو، یا کوئی اور رشتہ دار، ان کے ساتھ اس انقلابی کارکن کا کوئی تعلق نہیں رہ سکتا۔ اگر نظامِ باطل کی فرماں برداری و وفاداری کسی کے اندر رہے تو اس کے ساتھ ایک انقلابی شخص کے تمام روابط، تمام تعلّقات حتیٰ کہ رشتہ داریاں ختم ہو جائیں گی، تمام محبّتیں منقطع ہو جائیں گی۔

یہ کام تربیتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے عملاً کر کے دکھایا۔ چنانچہ میدان بدر میں عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ جو اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، کفار کے ساتھ تھے اور باپ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورؐ کے جلو میں سرفروشی کے لئے موجود تھے۔ عبدالمطلب کے ایک بیٹے عباس جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے، کفار کے ساتھ اُدھر

تھے اور ایک بیٹے حمزہ اَسدُ اللہ واَسدُ رسولہٖ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ عتبہ بن ربیعہ سپہ سالارِ لشکرِ کفار اُدھر ہے اور بیٹے ابو حذیفہ بن عتبہ حضورؐ کے ساتھ ہیں ـــــ ماموں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِدھر اسلامی لشکر کے ساتھ تھے اور بھانجا اُدھر کفار کے ساتھ تھا۔ اس طرح نہ معلوم کتنے قریبی رشتہ دار معرکۂ بدر میں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آراء تھے۔ تمام رشتے کٹ گئے۔ اب یہاں قرابت داری کا کوئی سوال نہیں۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے ایمان لانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے ایک موقع پر کہا "ابا جان! غزوۂ بدر میں آپ میری تلوار کی زد میں آگئے تھے، لیکن میں نے آپ کی رعایت کی۔" اس کے جواب میں حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں "بیٹے تم نے یہ اس لئے کیا کہ تم اُس وقت باطل کے لئے لڑ رہے تھے۔ خدا کی قسم اگر کہیں تم میری تلوار کی زد میں آگئے ہوتے تو میں تمہیں کبھی نہ چھوڑتا' اس لئے کہ میری جنگ حق کے لئے تھی۔"

جنگِ یرموک کا ایک بڑا دل گداز واقعہ ہے جو "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" کی بڑی نمایاں عکاسی کرتا ہے ـــــ ایک زخمی کی آواز آتی ہے العَطش العَطش۔ ایک مجاہد پانی لے کر اپنے زخمی بھائی کی طرف لپکتے ہیں کہ اچانک دوسری طرف سے ایک زخمی مجاہد کی آواز سنائی دیتی ہے العَطش العَطش۔ وہ زخمی کہتے ہیں کہ پہلے میرے اُس بھائی کی پیاس بجھاؤ۔ پانی لانے والے مجاہد اُس کے پاس پہنچتے ہیں کہ تیسری طرف سے آواز آگئی العَطش العَطش۔ وہ کہتے ہیں کہ پانی پہلے اُس بھائی کے پاس لے جاؤ۔ وہ اُدھر لپکتے ہیں۔ پانی وہاں پہنچا نہیں ہے کہ زخمی کی روح پرواز کرگئی۔ وہ پلٹ کر دوسرے زخمی تک پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں وہ بھی داعئ اجل کو لبیک کہہ چکا۔ پہلے زخمی کے پاس آئے ہیں تو وہ بھی اپنی جان' جان آفریں کے سپرد کرچکا۔ تینوں بغیر پانی پئے چلے گئے' لیکن سورۂ حشر کی آیت نمبر۹ میں مومنین صادقین کے لئے جو الفاظ مبارکہ آئے ہیں: وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ("خواہ اپنے اوپر کتنی ہی تنگی ہو اہلِ ایمان اپنے دوسرے بھائیوں کو اپنے سے مقدم رکھنے والے ہوتے ہیں")، یہ شہداء کرام اس کی عملی تصویر پیش کرگئے۔ پھر حضور ﷺ نے ہجرت کے بعد مہاجرین وانصار رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کے درمیان جو مواخات قائم فرمائی، تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔

پس ان کی شخصیت کا ایک وصف تو یہ ہے کہ محبت کے، دوستیوں کے، قرابت داریوں کے پیمانے بالکل بدل گئے ہوں ـــــ اگر یہ نہیں ہو گا تو یہ جماعت انقلابی جماعت نہیں ہے۔ اِدھر بھی محبتیں ہیں، اُدھر بھی تعلقات ہیں۔ دل یہ بھی چاہتا ہے کہ اسلام کا غلبہ ہو جائے لیکن جو لوگ باطل کی گاڑی کھینچ رہے ہیں ان سے بھی گاڑھی چھن رہی ہے اور دلی دوستیاں بھی نبھائی جا رہی ہیں، تو ان طریقوں سے انقلاب نہیں آتا ـــــ تمام دلی محبتیں، تمام ہمدردیاں ان لوگوں کے لئے سمٹ آئیں جو راہ حق میں ان کے ہم سفر اور ساتھی ہیں۔ یہ ہے ہمارے دین اور ایمان کا تقاضا اور یہ ہے اسلامی انقلاب کے کارکنوں میں مطلوب و مقصود پہلا وصف!

ان "رُحَمَاءُ بَینَھُم" کا اللہ کی نگاہ میں کیا مرتبہ، کیا مقام اور کیا وقعت ہے اسے اس حدیثِ قدسی سے سمجھئے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکار ہو گی : اَینَ المُتَحَابُّونَ بِجَلَالِی الیَومَ اُظِلُّھُم تَحتَ ظِلِّی یَومَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّی ـــــ "کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ آج کے دن میں ان کو اپنے عرش کے سایہ میں پناہ دوں گا کہ اِس دن میرے عرش کے سائے کے سوا کہیں اور کوئی سایہ نہیں ـــــ اس کی تائید اس حدیثِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے : مَن اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبغَضَ لِلّٰہِ وَاَعطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ استَکمَلَ الاِیمَانَ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "جس نے کسی سے اللہ کے لئے محبت کی اور کسی سے اللہ ہی کے لئے علیحدگی اختیار کی اور کسی کو اللہ کی خوشنودی کے لئے دیا جو کچھ دیا اور اللہ ہی کی رضا کے لئے روکا جو کچھ روکا تو یقیناً اس شخص نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔"

ذوقِ عبادت اور شوقِ رکوع و سجود

دوسرا وصف (Dimension) یہ بیان ہوا : تَرٰھُم رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبتَغُونَ فَضلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضوَانًا "تم دیکھو گے ان کو رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے۔ وہ اللہ

کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی رہتے ہیں۔"

یہ دوسرا وصف ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھیوں کے معمولات کا جزوِ لاینفک بن جاتا ہے۔ اسلامی انقلابی جماعت کے کارکنوں کی تربیت کا یہ وہ رخ ہے جسے ایرانی جاسوسوں نے رہبانٌ باللیل سے تعبیر کیا تھا۔ حضر ہو کہ سفر ہو، امن ہو کہ جنگ ہو، ان اللہ والوں کے ان مشاغل میں فرق نہیں آتا تھا۔ ایک طرف عالم یہ ہے کہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے، اللہ کے باغیوں اور سرکشوں سے تمام دوستیاں، محبتیں، تمام رشتہ داریاں اور تعلقات ختم ہو چکے ہوں اور دوسری طرف کیفیت یہ ہے کہ ؎

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز

جوشِ جہاد اور شوقِ شہادت

اسلامی انقلابی پارٹی کے وابستگان کا تیسرا وصف ہے جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا جوش اور ولولہ ـــــ اور شہادت کی موت کی تمنّا اور آرزو۔

اللہ والوں کی اس انقلابی جماعت کے کارکنوں کے سامنے علائقِ دنیوی اور سامانِ زیست کی محبت کے مقابلہ میں اللہ، اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کی محبت کی اہمیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی یہ جھڑکی واضح کسوٹی ہے کہ :

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ﴾ (التوبہ : ۲۴)

(اے نبی ﷺ) ان سے کہہ دیجئے: اگر تمہیں اپنے باپ، اپنے بیٹے، اپنے بھائی، اپنی بیویاں، اپنے رشتہ دار، اپنے وہ مال جو تم نے جمع کئے ہیں، اپنے وہ کاروبار جن کے مندے کا تمہیں خطرہ اور اندیشہ رہتا ہے اور اپنے وہ مکانات جو تمہیں بہت پسند ہیں (جو تم نے بڑے ارمانوں سے بنائے اور سجائے ہیں) تمہیں محبوب تر ہیں اللہ

سے، اس کے رسولؐ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے، تو جاؤ انتظار کرو یہاں
تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنا دے، اور اللہ ایسے فاسقوں اور نافرمانوں کو راہ یاب
نہیں کرتا۔"

اس آیت کے اختتام کا جو اسلوب ہے اس کے پیش نظر "فَتَرَبَّصُوا..." کی ترجمانی اور تعبیر یوں مناسب ہے "جاؤ دفع ہو جاؤ اور انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ تم جیسے فاسقوں کے متعلق اپنا فیصلہ فرمادے"۔ غالباً اسی آیت سے تأثر لے کر علامہ نے اپنی مشہور نظم "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" میں یہ شعر کہا ہے ؎

یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لا الٰہ الّا اللہ!

پس اللہ والوں کی جماعت کے دو اوصاف تو وہ ہوئے جو سورۂ فتح کی آخری آیت کے اس ابتدائی حصہ میں آئے : "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا"۔ لیکن اللہ والوں کی انقلابی جماعت کا تیسرا وصف جوشِ جہاد و ذوقِ شہادت ہے۔ اسی طرح ایک چوتھی Dimension مزید ہے۔ بلکہ ایک کامل نقشہ کے اعتبار سے اصل میں سورۃ المائدہ کی آیات ۵۴ تا ۵۶ نہایت جامعیت کی حامل ہیں جن میں سے آیت نمبر ۵۴ اہم ترین ہے۔ فرمایا :

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ ...﴾
"اے اہلِ ایمان! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر گیا..."

پھر جانے میں ہٹ جانے کا مفہوم بھی شامل ہے۔ اس سے ایک تو ظاہری ارتداد مراد ہے۔ یعنی کوئی اسلام ہی کو چھوڑ دے، کافر ہو جائے، کسی کذّاب مدعیٔ نبوّت پر ایمان لے آئے ـــــ جیسے لوگ مسیلمہ پر ایمان لے آئے۔ ہمارے دور میں مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان لے آئے۔ ایک تو یہ قانونی اور ظاہری ارتداد ہے، لیکن ایک باطنی اور حقیقی ارتداد ہوتا ہے، یعنی منافقت ـــــ اندر سے کافر لیکن ظاہری طور پر مسلمان، قانونی اعتبار سے مسلمان۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَی کی نمازِ جنازہ حضور ﷺ نے پڑھائی۔ بظاہر وہ

مسلمان تھا لیکن بباطن مرتد و کافر۔ اسی طریقے سے جو شخص بھی اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے میدان میں آتا ہے اور پھر اپنی جان کی محبت کی وجہ سے' رشتہ داروں کی محبت کی وجہ سے' مال و اسبابِ دنیا کی محبت کی وجہ سے پیچھے ہٹتا ہے ـــــ تو یہ بھی ارتداد ہے' اگرچہ یہ قانونی ارتداد نہیں ہے۔ جیسے منافق قانونی طور پر مرتد نہیں ہوتا' حقیقت کے اعتبار سے مرتد ہوتا ہے' اسی طرح وہ شخص ہے جو اقامتِ دین اور اظہار دین الحقّ علی الدّین کلّہٖ کی فرضیت کو سمجھ کر بھی دنیوی مفادات و تعلقات کی وجہ سے اس فریضہ کی ادائیگی سے جان چرا رہا ہے۔ اپنی جان پیاری ہے' یا مال پیارا ہے' یا دنیا پیاری ہے' لہٰذا پیچھے ہٹ رہا ہے تو یہ بھی درحقیقت ارتداد ہے' اگرچہ اس پر قانونی ارتداد کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔ انہی لوگوں کو یہاں للکارا جا رہا ہے : اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو ـــــ یعنی ایمان کے مدعی ہو۔ جو کوئی بھی تم میں سے ارتداد اور پسپائی اختیار کرے گا وہ سن رکھے "فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ" اللہ تعالیٰ انہیں دفع کرے گا' انہیں Reject کر دے گا اور کسی دوسری قوم کو لے آئے گا ـــــ اور اس قوم کے ہاتھ میں اپنے دین کا جھنڈا تھما دے گا۔ وہ قوم اللہ کے دین کے قیام و نفاذ کے لئے مجاہدہ کرے گی' جس میں یہ یہ اوصاف ہوں گے۔ اب اسی آیت میں آگے چار اوصاف وارد ہوئے ہیں۔

پہلا وصف يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ "اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس (تعالیٰ) سے محبت کریں گے"۔ تو یہ اللہ کا تعلق ہے۔ اسی کا ایک مظہر ہے قیام اللیل ـــــ دوسرا وصف ہے اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ "اہل ایمان کے حق میں بہت نرم' کافروں کے حق میں بہت سخت"۔ یہ دونوں چیزیں تو وہی ہیں جو سورۂ فتح میں بایں الفاظ آئی ہیں : "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" البتہ یہاں ترتیب بدلی ہوئی ہے۔ یہاں تیسرا وصف آ رہا ہے "يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" کے الفاظ میں' یعنی وہ اپنی پوری قوتیں' ہمہ تن' ہمہ وجوہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے لگا دیں گے اور چوتھا وصف "لَا يَخَافُوْنَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ" کے الفاظ میں بیان ہو رہا ہے' یعنی اس کام میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ بددل اور خوف زدہ ہوں گے اور نہ ہی کوئی تأثر لیں گے۔

ہر قسم کی ملامت و مخالفت سے بے پروائی

یہ ملامت مخالفانہ بھی ہوتی ہے اور ناصحانہ بھی۔ لوگ ہمدرد بن کر کہتے ہیں : میاں اپنے Career کی فکر کرو' کچھ تو اپنے مستقبل کا خیال کرو' اپنی اولاد کے متعلق سوچو' بچیوں کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں ـــــ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ پاگل اور دیوانے ہو گئے ہو؟ کہ بس ایک دُھن تم پر سوار ہو گئی ہے' کچھ تو سوچو اور اپنے مستقبل کی فکر کرو۔ یہ ناصحانہ انداز کی مخالفت ہے۔ دوسری مخالفانہ انداز کی ملامت ہوتی ہے : شیخ چلی کے خواب دیکھ رہے ہو! صدیوں سے جمے جمائے نظام کو بدلنے کے لئے کھڑے ہو رہے ہو؟ ہم نے اپنے آباء و اجداد سے جو نظام ورثہ میں پایا ہے اس کی مخالفت کر رہے ہو۔ کیا ہمارے اسلاف نادان تھے جو اس نظام کو قائم کر گئے اور کیا ہمارے موجودہ عمائدین و قائدین بیوقوف ہیں جو اس نظام کو چلا رہے ہیں؟ پھر ان کی سیادت و قیادت ہے' ان کا اثر و رسوخ ہے' ان کے ہاتھ میں قوت و طاقت ہے' ان کے مالی و معاشی مفادات اس نظام سے وابستہ ہیں۔ تم مٹھی بھر سر پھرے کیا تیر مار لو گے؟ ـــــ ان دونوں ملامتوں سے کوئی اثر لئے بغیر اپنی توانائیاں' اپنی قوتیں' اپنی صلاحیتیں اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے لگانا' یہ ہے چوتھا وصف۔ جو لوگ یہ چاروں اوصاف اپنے اندر پیدا کر لیں گے ان کو اللہ نے "حِزبُ اللّٰہ" کہا ہے : "فَاِنَّ حِزۡبَ اللّٰہِ ھُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ" جن لوگوں کے اندر یہ بیان کردہ اوصاف پیدا ہو جائیں وہ لوگ حزب اللہ بن جائیں گے' یہ وہ پارٹی بن جائیں گے جن کی محبتیں بھی اپنے ہی دائرہ میں ہوں گی۔ وہ اللہ سے' اس (تعالیٰ) کے رسولؐ سے اور اہل ایمان سے محبت کریں گے۔ اور جن سے ان کی مخاصمت اور مخالفت ہو گی' مجاہدہ اور مجادلہ و مقاتلہ ہو گا وہ بھی صرف اور صرف اللہ اس کے رسول ﷺ اور دین الحق کی سربلندی کے لئے ہو گا۔ کوئی ذاتی غرض' کوئی ذاتی عداوت' کوئی ذاتی دشمنی' اس دنیا کا کوئی ذاتی مفاد ان کے پیش نظر نہیں ہو گا۔

ایسے لوگوں کے لئے پہلی نوید : "ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ○" ہے۔ یعنی جن لوگوں میں مطلوبہ اوصاف پیدا ہو جائیں تو "یہ ان پر اللہ کا فضل ہے' وہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا

ہے"۔ انسان کی اس سے بڑی سعادت اور کون سی ہو سکتی ہے کہ وہ اللہ کے دین کے لئے جبکہ وہ غالب نہ ہو بلکہ سرنگوں ہو، خود جادۂ حق پر ثابت قدم رہ کر، اس راہ کی مشکلات و موانع کا مواجہہ کر کے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنا تن من دھن لگاتا ہے۔ وہ نوع انسانی کو آخرت کے عذاب اور اللہ کے دین سے روگردانی کے باعث دنیا میں پیدا ہونے والی افراتفری اور فتنہ و فساد سے بچانے کے لئے اپنی توانائیاں، صلاحیتیں اور وسائل لگاتا ہے۔ اسے یہ توفیق بھی اللہ کے فضل سے ملتی ہے اور اللہ کا فضل غیر محدود ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ اس کے فضل کا اہل اور مستحق کون سا بندہ ہے۔ دوسری بشارت یہ ہے کہ اللہ کا وعدہ ہے : "فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○" اللہ کا اس حزب اللہ سے وعدہ ہے کہ وہ غالب ہو کر رہے گی ـــــ یہی بشارت اور یہی وعدہ سورۂ آل عمران میں بایں الفاظ فرمایا گیا : وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ "اور نہ سست ہو نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب آؤ گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔" سربلندی اور غلبہ کا وعدہ یہاں مشروط ہے حقیقی ایمان اور قلبی یقین سے، جس کا عملی مظہر ہے اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد ـــــ جیسا کہ سورۂ حجرات میں حقیقی ایمان کی تعریف میں فرمایا :

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○ ﴾

"مومنین تو صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر، پھر شک میں نہ پڑے اور جنہوں نے جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے، اور ایسے لوگ ہی اپنے دعوئ ایمان میں سچے ہیں۔"

ایسے مومنینِ صادقین، ایسے سرفروشوں اور جاں نثاروں کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے غلبہ اور سربلندی کا۔ اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدے کو وفا کرنے والا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ حزب اللہ کو جو تربیت درکار ہے اس کے ہدف مجاہدانہ کردار اور تعلق مع اللہ پیدا کرنا ہیں۔ اور جب تک ان کے اندر یہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہوں گی اسلامی انقلاب نہیں آسکتا۔

(جاری ہے)

”میثاق“

تحریر : مولانا امین احسن اصلاحی

میثاق کے بانی مدیر مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم و مغفور کی یہ قابل قدر تحریر اولاً جون ۱۹۵۹ء کے میثاق میں ”تذکرہ و تبصرہ“ کے عنوان کے تحت شائع ہوئی تھی۔

اس رسالے کا نام ”میثاق“ محض اتفاق سے نہیں رکھ لیا گیا ہے' بلکہ یہ نام سوچ سمجھ کر انتخاب کیا گیا ہے۔ یہ نام بہت بڑی حد تک اس مقصد کو تعبیر کرتا ہے جو اس کے نکالنے سے پیش نظر ہے۔

لغت میں میثاق سے مراد وہ عہد و پیمان ہوا کرتا ہے جو شعور اور ارادے کے ساتھ پورا کرنے کے لئے باندھا جائے۔ قرآن و حدیث میں اس کا مفہوم اس سے بہت بلند ہے اور چونکہ وہی مفہوم اس نام میں ہمارے پیش نظر ہے اس وجہ سے اس کو سمجھ لینا ضروری ہے۔

قرآن مجید میں اس سے مراد وہ عہد و پیمان ہے جو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان ہوا ہے۔ قرآن نے اس قسم کے دو میثاقوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو وہ میثاق ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو اس دنیا میں بھیجنے سے پہلے ان کی عقل و فطرت سے لیا ہے۔ اس میثاق کا ذکر سورۂ اعراف میں اس طرح فرمایا ہے :

﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴾

(الاعراف : ۱۷۲)

"اور یاد کرو جبکہ نکالا تمہارے رب نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے ان کی ذُرّیت کو اور ان کو خود ان کے اوپر گواہ بنایا' پوچھا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے اقرار کیا کہ ہم گواہ ہیں کہ تو ہمارا رب ہے۔ یہ اس لئے ہوا تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہم تو اس چیز سے بالکل بے خبر ہی رہے۔"

یہ خدا کی ربوبیت اور اس کی توحید کا میثاق ہے جو ہر انسان کی فطرت سے لیا گیا ہے اور اس پر ہماری عقل و فطرت گواہ ہے۔

دوسرا عہد و میثاق وہ ہے جو اسی میثاقِ فطرت کی بنیاد اور در حقیقت اسی کے تقاضوں اور مطالبات کو بروئے کار لانے کے لئے ہمارے رب نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی وساطت سے ہم سے لیا ہے۔ یہ میثاق حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمدؐ رسولُ اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلم تک جتنے پیغمبر اور رسول آئے ہیں سب نے خدا کے نمائندے کی حیثیت سے اپنی اپنی اُمّتوں سے لیا ہے۔ یہ میثاق اپنی فطرت کے لحاظ سے ہے ایک ہی میثاق' لیکن چونکہ اس کی تجدید بار بار اور مختلف زمانوں میں ہوئی ہے اس وجہ سے ظاہر میں اس کے اندر تعدّد پیدا ہو گیا ہے۔ قرآن مجید نے ان تمام میثاقوں کا حوالہ دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا ہے کہ یہ میثاق اب اُمّتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لیا جا رہا ہے' تو اس امت کے لوگوں کا فرض ہے کہ اس میثاق پر خود بھی قائم رہیں اور دوسروں کو بھی اس کے اندر شامل کرنے اور ان کو اس پر قائم رکھنے کے لئے برابر اس کی شہادت دیتے رہیں۔ قرآن' جو اس میثاق کی آخری اور مکمل دستاویز ہے' اس حقیقت کی یاد دہانی ان الفاظ میں کر رہا ہے:

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ' اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا' وَاتَّقُوا اللّٰهَ' اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝﴾ (المائدہ: ۷)

"اور تم اس فضل کو یاد رکھو جو اللہ نے تم پر فرمایا اور اس کے اس میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا' جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور قبول کیا۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ دلوں کے بھیدوں کو جاننے والا ہے۔"

ایک جگہ فرمایا ہے :

﴿وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝﴾ (الحدید : ۸)

"اور اللہ نے تم سے میثاق لیا ہے اگر تم مومن ہو۔"

یہی میثاق ہے جو ان تمام حقوق و فرائض کو متعین کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہم نے تسلیم کئے ہیں۔ یہی میثاق ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس دنیا میں ہمارے حدودِ کار کیا ہیں اور اگر ہم ان کے پابند رہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اور اگر ہم ان کی خلاف ورزی کریں تو اس جرم کی سزا کیا دے گا۔ یہ عہد و میثاق یک طرفہ نہیں ہے بلکہ 'جیسا کہ ہر عہد و میثاق کی فطرت ہوتی ہے' یہ دُو طرفہ ہے۔ اگرچہ تمام کائنات کے خالق و مالک کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ اپنے بندوں اور غلاموں پر اگر کچھ حقوق و فرائض عائد کرے تو اس کے جواب میں خود اپنے اوپر بھی ان کے حقوق عائد کر لے اور اس چیز کو ایک معاہدہ اور میثاق کا درجہ دے دے' لیکن چونکہ اس نے ہمیں اختیار کی نعمت عطا فرمائی ہے' اس وجہ سے اس نے اس عہد و میثاق کو ہمارے اوپر یک طرفہ واجب نہیں کیا ہے بلکہ اپنے فضل و رحمت سے خود اپنے اوپر بھی اس میثاق کی ذمہ داری لی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں صاف الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے :

﴿اَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ۝﴾

(البقرہ : ۴۰)

"تم اس عہد کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا ہے' میں اس عہد کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا ہے' تو تم مجھ ہی سے ڈرو۔"

اسی میثاق پر ہمارے رب کے ساتھ ہمارے تمام تعلقات قائم ہیں۔ اگر ہم اس پر قائم رہیں تو ہم اپنے رب کی وفادار رعیت اور اس کے اطاعت شعار غلام ہیں اور اس کی طرف سے ہمارے لئے فوز و فلاح اور غلبہ و نصرت کا وعدہ ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے :

﴿وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا

عَظِیْمًاO﴾ (الفتح : ۱۰)

"اور جو ان باتوں کو پورا کرے گا جن کے لئے اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ اس کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔"

اور اگر ہم اس عہد کو توڑ دیں تو ہم اس کے نافرمان اور باغی ہیں اور اس جرم کی پاداش میں اس کی طرف سے ہمارے لئے لعنت اور دنیا و آخرت دونوں کی رسوائی ہے۔ ارشاد ہے :

﴿وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ' اُولٰٓئِکَ لَھُمُ اللَّعْنَۃُ وَلَھُمْ سُوْٓءُ الدَّارِO﴾ (الرعد : ۲۵)

"اور جو لوگ اللہ کے عہد کو مضبوطی کے ساتھ باندھ چکنے کے بعد توڑتے ہیں اور اس چیز کو کاٹتے ہیں جس کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان کے لئے لعنت اور برا ٹھکانا ہے۔"

یہود کے بارے میں فرمایا ہے :

﴿فَبِمَا نَقْضِھِمْ مِّیْثَاقَھُمْ لَعَنّٰھُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَھُمْ قٰسِیَۃً...﴾ (المائدہ : ۱۳)

"بوجہ اس کے کہ انہوں نے میثاق کو توڑا ہم نے ان کے اوپر لعنت کر دی اور ان کے دل سخت کر دیئے۔"

نصاریٰ کے بارے میں فرمایا ہے :

﴿وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓی اَخَذْنَا مِیْثَاقَھُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ ' فَاَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ....﴾ (المائدہ : ۱۴)

"اور ان لوگوں سے جنہوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان کا میثاق لیا تو جس چیز کے ذریعہ سے ان کو یاددہانی کی گئی تھی اس کا ایک حصہ وہ بھلا بیٹھے تو ہم نے ان کے اندر اس کی پاداش میں قیامت تک کے لئے دشمنی اور نفرت کی آگ بھڑکا دی۔"

یہ رسالہ اسی میثاق کی تذکیرو یاد دہانی کے لئے جاری کیا گیا ہے اور اسی نسبت سے اس کا نام میثاق رکھا گیا ہے۔ جس طرح ہر باوفا اور ہر صداقت شعار کے لئے اس میثاق پر ہر طرح کے حالات کے اندر قائم رہنا ضروری ہے اسی طرح ہر صاحبِ علم اور ہر صاحبِ شعور کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دوسروں کو اس عہد و پیمان کی یاد دہانی بھی کرتا رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں سے اس میثاق پر قائم رہنے کا بھی عہد لیا ہے اور ساتھ ہی دوسروں کو اس سے آگاہ کرنے اور ان پر اس کی حجت تمام کرنے کا بھی عہد لیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے :

﴿ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ ﴾ (الاحزاب : ۷)

''اور یاد کرو، جبکہ ہم نے نبیوں سے میثاق لیا اور تم سے اور نوح سے، ابراہیم سے، موسیٰ سے اور عیسیٰ بن مریم سے، سب سے میثاق لیا، اور لیا ہم نے ان سے مضبوط میثاق۔''

اسی طرح اہل کتاب کے علماء اور پیشواؤں سے یہ عہد لیا گیا کہ جس کتاب اور شریعت کی پابندی کا انہوں نے اقرار کیا ہے اس پر پوری مضبوطی کے ساتھ خود بھی قائم رہیں اور اس کی دفعات اور اس کے مضمرات دوسروں پر بھی آشکارا کرتے رہیں۔ فرمایا ہے :

﴿ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ .... ﴾ (آل عمران : ۱۸۷)

''اور یاد کرو جبکہ اللہ نے اہل کتاب سے اس بات کا میثاق لیا کہ تم اس کو اچھی طرح لوگوں کے لئے واضح کرتے رہو گے۔''

یہ رسالہ اس فرض عظیم کو بلاامتیازِ مذہب عام انسانوں کے اندر بھی ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور خاص طور پر مسلمانوں کے اندر بھی اس کو ادا کرنا چاہتا ہے اور ان

دونوں دائروں کے اندر ان کے فطری تقاضوں کے لحاظ سے اس کا طریق تذکیر و دعوت کسی قدر الگ الگ ہوگا۔

عام بنی نوع انسان کو یہ خدا کے میثاقِ ربوبیت کی بنیاد پر دعوت دے گا۔ اس میثاق کے اوپر گواہ' جیسا کہ میں نے اشارہ کیا ہے انسان کی عقل و فطرت ہے۔ اس وجہ سے عقل و فطرت اور آفاق و انفس کے اندر اس کی جو شہادتیں موجود ہیں ان کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی جائے گی اور پھر زندگی کے اندر اس کے جو تقاضے ابھرنے چاہئیں ان کی نشاندہی کی جائے گی۔ جدید فلسفہ نے فکر و تحقیق کے ہر گوشے میں اگر ایک طرف حقیقت کو گم کر دینے والی بہت سی مزخرفات کا انبار لگا رکھا ہے تو دوسری طرف اس میں ایسے نشاناتِ راہ بھی پائے جاتے ہیں جن کی مدد سے اس کی پیدا کی ہوئی بہت سی الجھنوں کو دور بھی کیا جاسکتا ہے' بشرطیکہ ان کو اچھی طرح اجاگر کیا جاسکے اور قرآنی حکمت کی کسوٹی پر ان کو پرکھا جاسکے۔ اس مقصد کے تحت اس رسالے میں جو مضامین شائع ہوں گے ان شاء اللہ وہ ان ذہنوں کے لئے تریاق کا کام دیں گے جو جدید فکر و فلسفہ سے متأثر یا مسموم ہیں اور جو ہر بات کو صرف عقل کی میزان میں تولنا چاہتے ہیں۔

خاص مسلمانوں کے لئے اس رسالے کی دعوت ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ...﴾ (المائدہ : ۱) کی دعوت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے آخری رسول کے واسطے سے ہم نے اس کی جس آخری شریعت کی اطاعت اور پابندی کا عہد کیا ہے ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ پوری وفاداری کے ساتھ اس شریعت کی پابندی کرے۔ یہ شریعت ہمارے اور ہمارے رب کے درمیان ایک میثاق کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" کہہ کر اس میثاق میں شامل ہوئے ہیں اور ہماری بندگی اور وفاشعاری کا تقاضا یہ ہے کہ اس میثاق کے مطالبات پوری ایمانداری کے ساتھ ادا کریں۔ یہی میثاق درحقیقت وہ حبل اللہ ہے جو ہمیں خدا کے ساتھ جوڑتی اور ہمیں دنیا و آخرت میں ان نعمتوں کا حق دار بناتی ہے جن کا خدا کی طرف سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر یہ حبل اللہ ٹوٹ

جائے تو پھر خدا سے ہمارا تعلق ہی سرے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے بعد اگر ہمیں قومی اور اجتماعی حیثیت سے جینے کی کوئی مہلت ملتی ہے تو اس کی حیثیت بس ایک مہلت کی ہے۔ یہ مہلت اس لئے نہیں ملتی کہ ہم عزت کے ساتھ جینے کے حقدار ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مقررہ سُنّت کے تحت محض اس لئے ملتی ہے کہ ڈوبنے کے لئے ہماری کشتی اچھی طرح بھر جائے۔ اس مہلت کے دوران میں اگر زندگی کے کسی گوشے میں چمک دمک کے کچھ آثار بھی نظر آئیں تو اس سے بھی کسی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہئے۔ اس کی مثال مریض کے اس سنبھالے کی سی ہے جو وہ دم توڑنے سے پہلے لیا کرتا ہے۔

ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ ـــــ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کا اقرار کرکے خدا سے کوئی عہد و میثاق باندھا ہے تو ان لوگوں نے باندھا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے' اس عہد و میثاق کی ذمہ داری ان لوگوں پر کس طرح عائد ہوتی ہے جو بعد کے زمانوں میں پیدا ہوئے؟ اس وسوسے سے اپنے ذہن کو پاک رکھنے کے لئے یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جب تک ہم اللہ کو اپنا رب' قرآن مجید کو اس کا صحیفۂ آسمانی' محمدؐ رسول اللہ ﷺ کو اپنا واجب الاطاعت ہادی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس اُمّت کا ہراول دستہ مانتے ہیں اس وقت تک ہم اِس سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کی ذمہ داری سے انکار کرنے کا حق نہیں رکھتے جس کا اقرار صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا۔ اس اقرار کی ذمہ داری صحابہؓ نے اپنے بعد آنے والی نسلوں کی طرف منتقل کی اور پھر ان سے یہ ذمہ داری درجہ بدرجہ بعد کی نسلوں کی طرف منتقل ہوتی رہی۔ ہر عہد کے اخیار و صالحین نے اس ذمہ داری کو اپنے اسلاف کا سب سے زیادہ مقدس ورثہ سمجھا۔ اور اس ذمہ داری کو اٹھانے کے لئے جو اقرارِ صالح اگلوں نے کیا تھا پچھلوں نے بھی اس کو اپنا اقرارِ صالح تسلیم کیا۔ اس لئے کہ اس اقرار کا انکار یا اس سے گریز و فرار ان کے لئے اس وقت تک ممکن ہی نہ تھا جب تک وہ اپنے ان اسلاف سے خدانخواستہ براءت کا اور اسلام سے اپنے قطع تعلق کا اعلان نہ کردیں۔

ہم اگر ان مقدّس اسلاف ہی کے خلف ہیں اور اپنے اس ماضی سے بیزار نہیں ہو گئے ہیں تو سمع و طاعت کا جو اقرار ہمارے اسلاف نے کیا ہے وہ خود ہمارا بھی اقرار ہے اور ہم اپنی ناخلفی کا اعلان کئے بغیر اس اقرار کی ذمہ داریوں سے انکار نہیں کر سکتے۔ اگرچہ یہ ایک بالکل کھلی ہوئی حقیقت ہے جس کو کوئی مسلمان جھٹلانے کی جرأت نہیں کر سکتا لیکن اس کے ساتھ ہی مندرجہ ذیل حقیقتوں سے بھی کوئی صاحبِ نظر انکار نہیں کر سکتا۔

ہم میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو سرے سے اس بات سے واقف ہی نہیں ہیں کہ ہمارے رب کے ساتھ ہمارا تعلق کسی میثاق کے تحت ہے اور اس میثاق کی ہر چیز لکھی ہوئی اور متعیّن ہے اور ہم نے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کے اقرار کے ساتھ اس کی تصدیق کی ہے۔ ان لوگوں کا تعلق خدا کے ساتھ محض رسمی اور رواجی ہے اور اگر وہ کسی حد تک اس کو نباہتے ہیں تو اسی حیثیت سے اس کو نباہتے ہیں کہ اس کے اندر کوئی زندگی ہے نہ کوئی اثر۔

ہم میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اس معاہدے کی بہت سی دفعات سے متعلق مختلف قسم کے شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں۔ ان میں سے بعض اپنے شبہات و شکوک کا برملا اظہار بھی کرتے ہیں۔ بعض ان کو ظاہر تو نہیں کرتے لیکن ان کو اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں' جس کے سبب سے وہ نفاق اور بے یقینی کے مریض بن کر رہ گئے ہیں۔

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اس میثاق کی دفعات میں سے صرف انہی دفعات کو ماننا چاہتے ہیں جو ان کی خواہشوں کے مطابق ہیں۔ ان دفعات کو یہ نظرانداز کر دینا چاہتے ہیں جو ان کی خواہشات کے خلاف ہیں۔ یہ ترک و اختیار وہ من مانے طور پر یک طرفہ کر رہے ہیں' حالانکہ یہ ایک معاہدہ ہے جو ان کے اور ان کے رب کے درمیان ہوا ہے جس میں کوئی ادنیٰ تغیر و تبدل بھی وہ خدا کی مرضی کے بغیر کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ انہوں نے اس ردّ و قبول کے لئے کسوٹی تہذیب حاضر کو قرار دیا ہے' جو چیز اس کسوٹی پر پوری اتر جائے وہ سر آنکھوں پر اور جو چیز اس پر پوری نہ اتر سکے وہ ناقابل التفات۔

بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو مختلف قسم کی طفلانہ تاویلوں سے اس پورے میثاق کو

ایک بازیچۂ اطفال بنائے دے رہے ہیں اور اس کی ہر دفعہ کی ایسی ایسی تاویلیں کر رہے ہیں جن سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ان کے پیش نظر مقصد تو درحقیقت پورے میثاق کا انکار ہے لیکن کھلم کھلا انکار کے بجائے انہوں نے تاویلِ باطل کی راہ اختیار کی ہے۔

بعض لوگوں نے سرے سے اس ذات ہی کو مجروح کرنا شروع کر دیا ہے جو اس میثاق کا اصل واسطہ ہے اور جس نے خدا کے نمائندے کی حیثیت سے ہم سے یہ میثاق لیا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک اس میثاق کا وہ سارا ریکارڈ مشتبہ ہے جو اُس ذات کے قول و فعل سے متعلق ہے۔

بعض لوگوں نے حکمتِ عملی یا عملی سیاست کے نام سے اس میثاق کی قطع و برید کے لئے دین میں ایک نئے اصولِ ردّ و قبول کا اضافہ کیا ہے۔ ان کے نزدیک عملی سیاست کے تقاضوں کے تحت اس میثاق کی ہر دفعہ کالعدم کی جا سکتی ہے۔

یہ رسالہ مذکورہ بالا سارے گروہوں کی غلطیوں اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کرے گا اور ان شاء اللہ ہر باب میں اس کا اندازِ بحث علمی اور تحقیقی ہو گا۔ اس میں نقل کے ساتھ ساتھ عقل کو بھی وہ اہمیت دی جائے گی جس کی وہ مستحق ہے تاکہ وہ لوگ بھی ان مباحث سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں جو جدید نظریات کے شعبدوں سے متأثر ہیں۔ اس طرح کے لوگ ان شاء اللہ اس رسالہ کے ہر نمبر میں اپنے لئے نہایت روح پرور اور صحت بخش غذا پائیں گے۔ ہمارے کالجوں میں بھی اور دینی مدرسوں میں بھی ایسے بہت سے ذی صلاحیت اور ذہین لوگ موجود ہیں جو خدا کی شریعت کو ان پہلوؤں سے سمجھنا چاہتے ہیں جن پہلوؤں سے موجودہ عہد میں اس کو سمجھنا ضروری ہے' لیکن وہ اپنی اس تشنگی کو دور کرنے کا کہیں سامان نہیں پا رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ رسالہ کے اس باب کے مضامین ان کے لئے اچھا فکری مواد فراہم کریں گے۔

اب میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہوں اور اس رسالہ کے تمام قارئین سے اس دعا پر آمین کہنے کی درخواست کرتا ہوں۔ اے رب! تیرے چند عاجز بندوں نے تیرے دین کی

ایک حقیر سی خدمت انجام دینے کے لئے یہ کام شروع کیا ہے۔ اے رب! تو اس کام کو قبول فرمانے والا، سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے رب! ہم تیرے ساتھ اپنے عہد کو تازہ کرنے کا عزم کرتے ہیں، تو اس عزم میں ہماری مدد فرما اور اے رب! ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے دوسرے بندوں کے اندر بھی اس عزم کی گرمی پیدا کر سکیں۔

رَبَّنا تقبَّل مِنّا اِنّک انتَ السَّمیع العَلیم۔

KHALID TRADERS

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

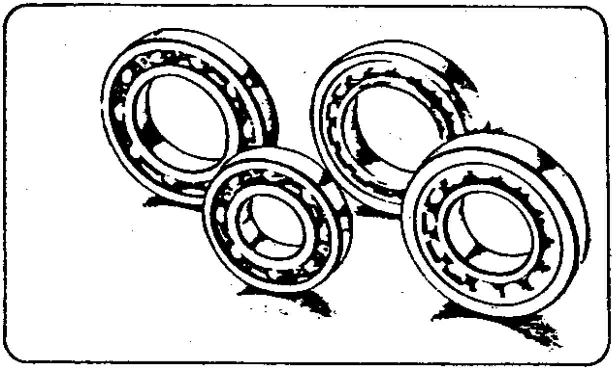

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan) Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) — Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : — 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

تنظیم اسلامی ہی کیوں؟

عمران این حسین

عمران نذر حسین کا تعلق ٹرینیڈاڈ (جزائر غرب الہند) سے ہے۔ انہوں نے علوم اسلامیہ کی تعلیم ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاری مرحوم سے علیمیہ انسٹی ٹیوٹ کراچی میں حاصل کر کے اجازۃ العالیہ کی سند حاصل کی' بی اے (فلسفہ' نفسیات اور عمرانیات) اور ایم اے فلسفہ کی ڈگری کراچی یونیورسٹی سے حاصل کی' یونیورسٹی آف ویسٹ انڈیز سے بین الاقوامی تعلقات (International Relations) میں پوسٹ گریجوایٹ ڈپلومہ لے کر اسی مضمون میں ایم اے کی ڈگری جنیوا کے گریجوایٹ انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل سٹڈیز سے حاصل کی۔ حکومت ٹرینیڈاڈ اور ٹوباگو کی وزارت خارجہ میں ۱۹۸۵ء تک ملازم رہے۔ جذبہ خدمت اسلام کے تحت ملازمت کو خیرباد کہا اور دنیا کے کئی حصوں میں "لیکچر ٹور" کیے۔ سات مرتبہ ملائیشیا اور سنگاپور کا دورہ کیا۔ ۱۹۹۱ء میں نیویارک میں اسلامک سٹڈیز کی مسلم آرگنائزیشنز کی متحدہ کمیٹی کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ اس دوران مین ہٹن میں واقع اقوام متحدہ کے مرکز میں مسلمانوں کے لئے خطیب اور امام کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔

تنظیم اسلامی میں شمولیت پر امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے انہیں تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کا ناظم برائے دعوت و تبلیغ مقرر کیا۔ عمران این حسین صاحب نے متعدد موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :

اسلام اور بدھ مت جدید دنیا میں' اسلام اور متغیر ورلڈ آرڈر' اسلام میں ممانعتِ ربا کی اہمیت' خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ' دین ابراہیم اور ریاستِ اسرائیل' قرآن کی روشنی میں خلافت' حجاز اور سعودی وہابی قومی ریاست' قرآن و سنت سے ربا کی ممانعت ـــــ اور استنبول سے رباط تک۔ آخر الذکر کتاب کا اردو ترجمہ مکتبہ انجمن خدام القرآن لاہور نے شائع کیا ہے۔ عمران این حسین صاحب نے اکتوبر ۹۶ء میں قرآن آڈیٹوریم لاہور میں تین لیکچر دیئے اور مارچ ۹۷ء میں محاضرات قرآنی کے موضوع پر خطاب کیا۔ موصوف کا زیر نظر مضمون اصلاً انگریزی زبان میں تھا' جسے رفیق مکرم سید افتخار احمد صاحب نے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔

کُل حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا مالک ہے' بے انتہا رحم کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ درود و سلام ہو اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ نبی اُمّی محمد ﷺ پر جو اللہ ذوالجلال کی طرف سے الھدٰی (قرآن مجید) اور دینُ الحَق (وحی الٰہی کے مطابق نظامِ زندگی) دے کر بھیجے گئے تاکہ یہ دینُ الحَق زندگی کے ہر گوشہ پر خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی' دنیاوی ہو یا اخروی' مکمل طور پر محیط اور غالب ہو جائے۔ اس دنیا کی زندگی میں دینُ الحَق کا مقصد انسانیت کو استحصال اور جبر سے نجات دلانے والی طاقت بننا ہے اور اخروی زندگی میں فلاح اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ! نیز اللہ تعالیٰ نے اِس دین کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ چنانچہ دین الحق کے یہ تمام مقاصد تو محمدٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں پورے ہو گئے' مگر آپؐ کے وصال کے بعد اِس عظیم مشن کی جدّوجہد کو جاری رکھنے کی ذمہ داری اب آپؐ کی امت پر عائد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انتہائی تاکیدی انداز میں فرمایا ہے کہ اسوۂ محمدیؐ (سیرت و سنّتِ رسولؐ) مسلمانوں کے لئے وہ ٹھوس نمونہ ہے' جس کی پیروی کر کے ہی وہ نجاتِ اخروی اور رضائے الٰہی حاصل کر سکتے ہیں' اور جس کی پیروی کے ذریعے ہی وہ دنیا کی زندگی میں اپنی ذمہ داری نبھا سکتے ہیں :

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ۝ ﴾

(الاحزاب : ۲۱)

"درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول ﷺ (کی زندگی) میں ایک بہترین نمونہ ہے' ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے"۔

اسوۂ رسول ﷺ کے دو بنیادی پہلو ہیں' ذاتی یا انفرادی اور اجتماعی یا معاشرتی۔ پہلا پہلو تو آپؐ کی انفرادی زندگی کے معاملات اور ذاتی تعلق مع اللہ اور مسلمانوں سے روابط کے حوالے سے ہے' جبکہ دوسرا پہلو آپؐ کے بطور سربراہ اُمّت ہونے کے حوالے سے

ہے۔ اسوۂ رسول ﷺ کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان آپ ﷺ کی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں سے رہنمائی اخذ کر کے اپنی زندگی گزارنے کا لائحہ عمل مرتب کریں۔ صرف وہی لوگ اللہ تعالیٰ (کی رضا) اور یومِ آخرت (میں فلاح) کے امیدوار ہو سکتے ہیں جو اپنی زندگیوں کو سنّتِ رسول ﷺ کے دونوں پہلوؤں کے مطابق بنانے کی جدّوجہد کریں۔

جو کچھ بھی سُنّت سے ثابت ہے وہ قرآن مجید کے عین مطابق ہے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ کَانَ خُلُقُہُ الْقُرآن، یعنی "رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج و رجحان قرآن مجید کا پرتو (عکس) تھا۔" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خوب معلوم تھا کہ سنت کی پیروی دراصل قرآن مجید ہی کی پیروی ہے۔ یہ اس لئے تھا کہ رسول اکرم ﷺ بالفعل ان میں موجود تھے۔ آج جبکہ رسول اکرم ﷺ بالفعل ہم میں موجود نہیں ہیں، ہمارے لئے قرآن مجید ہی رہنمائی کا بنیادی ذریعہ ہے، اور اسی لئے ہم نے سنت کی اہمیت واضح کرنے کے لئے مندرجہ بالا آیت کا حوالہ دیا ہے۔ اس سے قرآنی رہنمائی کے مکمل طور پر مسلمان امت کے بنیادی ڈھانچہ میں جذب ہو جانے کی ضرورت اور اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

لہٰذا "تنظیم اسلامی ہی کیوں؟" کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ہمیں مندرجہ ذیل نکات کا جائزہ لینا ہوگا:

۱) قرآن مجید کو رہنمائی کا منبع اعظم تسلیم کرنا جبکہ نبی اکرم ﷺ ہم میں بالفعل موجود نہیں ہیں۔

۲) مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے حوالہ سے اسوۂ حسنہ (سیرت و سُنّتِ رسولؐ) سے مطابقت پیدا کرنا۔

نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں مسلمانوں کا اجتماعی نظام

سب سے پہلے ہمیں نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا جائزہ لینا ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی تاریخی اعتبار سے دو ۲ ادوار میں منقسم ہے۔ پہلا قبلِ

ہجرت کا (مکی) دور اور دوسرا بعدِ ہجرت کا (مدنی) دور۔ دونوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ بعدِ ہجرت زمانہ میں نبی اکرم ﷺ اور مسلمان اُمّت کے زیر اثر ایک علاقہ تھا' جس میں انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور انفرادی اور اجتماعی سطح پر سرِ تسلیم خم کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے کی مکمل آزادی حاصل تھی۔ اسی کا نام دار الاسلام تھا۔

ہجرت کے بعد ابتدائی ایام میں جب کہ ابھی اُمّتِ مسلمہ کو علاقہ پر مکمل کنٹرول حاصل نہ ہوا تھا' ایک دستوری صلح نامے بعنوان "میثاقِ مدینہ" نے دار الاسلام کے لئے ایک "مخلوط" نوعیت کی اجتماعی بنیاد فراہم کی۔ اس میثاق کے ذریعے ریاست کی مختلف اکائیوں (یعنی مسلم اور غیر مسلم) کے مابین دفاع اور امورِ خارجہ وغیرہ کے حوالے سے' جو کہ مسلمانوں کی حفاظت کے سلسلہ میں نہایت اہمیت کے حامل تھے' معاملات کی تنظیم کی گئی۔ معاہدے کے تمام فریقوں کے لئے لازم تھا کہ وہ اس معاہدے کے تحت اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں گے۔

بعد کے ایام میں اس میثاق کے خاتمہ پر' جبکہ ایک طاقتور مسلمان اُمّت وجود میں آ چکی تھی جسے کافی علاقہ پر مکمل اختیار بھی حاصل ہو گیا تھا' دار الاسلام کا وہ "مخصوص" نمونہ (بمقابلہ پہلے سے موجود "مخلوط" نمونہ کے) سامنے آیا جو ۱۹۲۴ء تک قائم رہا۔ ہجرت سے پہلے کے زمانہ میں چونکہ مسلمانوں کو کسی علاقہ پر کوئی اختیار حاصل نہ تھا' لہٰذا اسے دار الاسلام نہیں کہا گیا۔ مگر دونوں ادوار میں مشترک بات یہ ہے کہ اُمّتِ مسلمہ کو نبی اکرم ﷺ نے ایک جماعت کی شکل میں اور ایک امیر کی قیادت میں منظم کیا تھا۔ بالفاظ دیگر' دونوں ادوار میں گویا بھیڑیں ایک گلہ کی شکل میں ایک گڈریئے کی قیادت میں منظم ہوئیں اور اس گڈریئے نے احکامِ الٰہیہ کی رہنمائی میں اس گلہ کی دیکھ بھال کی۔ اسی لئے یہ ایک سنت ہے کہ مسلمان اجتماعی طور پر متحد ہو کر جماعت کی شکل اختیار کریں اور یہ جماعت ایک امیر کی قیادت میں منظم ہو' نیز یہ امیر اس جماعت کے جملہ معاملات قرآن مجید اور نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق چلائے۔ امیر کی اطاعت ایک دینی فریضہ ہے!

قبل ہجرت کے دور میں ایک رات نبی اکرم ﷺ معجزانہ طور پر مکہ مکرمہ سے بیت المقدس لے جائے گئے اور پھر وہاں سے آسمانوں پر (جسے الاسراء اور المعراج کہتے ہیں)۔ اس سفر کے دوران وحی کے حوالہ سے ایک اہم واقعہ پیش آیا۔ معراج کے دوران اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات رسول اکرم ﷺ کو عطا فرمائیں، جبکہ باقی پورا قرآن نبی اکرم ﷺ کو زمین پر وحی کیا گیا۔ ان آیات (البقرہ ۲۸۵، ۲۸۶) میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی یہ شان بیان فرمائی کہ ﴿كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ﴾ "وہ سب ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر..." اس کے بعد قرآن مجید مسلمانوں کی زبان سے یہ الفاظ ادا کراتا ہے کہ "... ہم اللہ کے پیغمبروں میں کوئی فرق نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ : ہم نے سنا اور اطاعت کی..."۔

ان دو آیات کا مقصد جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو معراج میں عطا فرمائیں اور خصوصاً ان الفاظ کا جو خود اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی زبان سے کہلوائے یعنی "ہم نے سنا اور اطاعت کی" یہ ہے کہ ایک مومن کے ایمان کی بہترین تعبیر "سمع و طاعت" ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ "سمع و طاعت" کے رویئے میں ہی وہ نظم ہے جو نہ صرف ایک جماعت اور اس کے اراکین کو اندرونی اور بیرونی انتشار سے بچاتا ہے بلکہ جماعت کے اتحاد اور دوام کی بھی ضمانت دیتا ہے۔

کفارِ مکہ نے ایک مرتبہ ایک ایسی تجویز پیش کی تھی جسے اگر قبول کر لیا جاتا تو مکی سوسائٹی کی وحدت تو قائم رہتی مگر مسلمانوں کی جماعت کا شیرازہ بکھر جاتا۔ وہ یہ کہ "اگر تم ہمارے خداؤں کی عبادت کرو تو ہم تمہارے اللہ کی عبادت کریں گے۔" یہ تھا وہ "مصالحانہ" نظریہ جو انہوں نے پیش کیا مگر جسے دھتکار دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس نظریہ کا رد سورۃ الکافرون کے ذریعہ فرمایا، جس میں نبی اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ کفار سے کہہ دیجئے :

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَلَآ اَنْتُمْ
عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ○ وَلَآ اَنْتُمْ

عٰبِدُونَ مَآ اَعۡبُدُ ۝ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ ۝

"کہہ دو، میری رسالت کا انکار کرنے والو! میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی عبادت تم کرتے ہو۔ نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں! تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین۔"

اس طرح اللہ تعالیٰ نے مکہ میں ہجرت سے پہلے مسلمانوں کی جماعت (اور اس کے تشخص) کی حفاظت کا بندوبست فرمایا اور واضح کیا کہ جماعت کے خالص پن اور اسلامی نظمِ معاشرہ میں سیکولرزم کے عمل سے کوئی کثافت شامل نہ ہونے دی جائے۔ اگر قریش کی تجویز مان لی جاتی تو اس مصالحت کی وجہ سے نہ صرف سچائی چھپ جاتی بلکہ مسلمانوں کی جماعت آہستہ آہستہ مکہ کی جاہلیت میں ہی مدغم ہو جاتی۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں بھی جماعت کے خالص پن کو برقرار رکھا گیا۔ میثاقِ مدینہ کے ذریعے دو فریقوں (مسلم و غیر مسلم) کے مابین متحدہ دفاع، امورِ خارجہ اور دیگر اہم معاملات کو اس طرح منظم کیا گیا کہ اُمت کا تشخّص قائم رہے اور مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی آزادی بھی برقرار رہے۔

اس سے تین باتیں اخذ ہوتی ہیں :

۱) مسلمانوں کے اتحاد سے وجود میں آئی ہوئی ایک جماعت، ایک امیر یا امام کے زیرِ قیادت "نمونہ پیغمبریؐ" کا ایک لازمی جزو ہے۔

۲) امیر اس جماعت کے تمام معاملات کو قرآن مجید اور سُنّتِ رسول ﷺ کے مطابق چلانے اور اس جماعت میں اسلام کو نافذ کرنے کا ذمہ دار ہے۔ اس کے لئے ہم خطبہ حجۃ الوداع کے یہ الفاظ پیش کرتے ہیں کہ: "میں اپنے پیچھے دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تم گمراہ نہیں ہو گے —— اللہ کی کتاب اور میری سُنّت۔"

امیر ایک مسلمان مرد ہونا چاہئے جسے قرآن و سنت کا ضروری علم حاصل ہو۔

وہ جماعت ایک خالص اسلامی جماعت کی خصوصیت سے محروم ہو جاتی ہے جس کے اراکین ایک عورت کو اپنا امیر بنا لیں۔ اس کی بنیاد قرآن مجید کی آیت (النساء : ۳۵) کے حوالہ سے ہے کہ "اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ" یعنی "مرد عورتوں پر نگہبان ہیں"۔ نیز رسول اکرم ﷺ نے ایک سنت بھی قائم فرما دی جبکہ آپؐ نے تمام مناصب پر مسلمان مَردوں ہی کو متعین فرمایا۔

امیر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ پر بھی اور اپنے اہل و عیال پر بھی قرآن و سنّت کے احکامات کا نفاذ کیا ہو۔ امیر کو یوم حساب اپنے رب کے حضور پیش ہو کر جماعت کی ذمہ داری کا حساب دینا ہو گا۔

۴) جماعت کے اراکین کا دینی فریضہ ہے کہ وہ امیر کی اطاعت کریں' بشرطیکہ وہ ان کو اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کا حکم نہ دے۔ "سمع و طاعت" دراصل اسلامی طرز حیات کی روح ہے' لہٰذا امیر کی نافرمانی گناہ ہے!

اب ہم مندرجہ بالا نتائج کا شمالی امریکہ یا دنیا کے دوسرے خِطّوں میں رہنے والے مسلمانوں کے حوالے سے جائزہ لیتے ہیں۔

شمالی امریکہ میں جماعت سازی کے مقاصد

شمالی امریکہ میں رہائش پذیر مسلمانوں کو اس موضوع پر خصوصاً غور کرنا چاہئے کیونکہ ان کی غالب اکثریت اسلامی انجمنوں اور اسلامی مراکز کی صورت میں مجتمع ہے۔ یہ تنظیمیں Articles of Association اور دساتیر کے مطابق قائم کی گئی ہیں جن کی بنیاد پر مجلس منتظمہ' مجلس عاملہ' بورڈ آف ڈائریکٹرز وغیرہ قائم ہوتے ہیں تاکہ ان انجمنوں کے کام کو بخوبی چلایا جا سکے۔ یہ کمیٹیاں اور بورڈ ہمیشہ انتخابات کے ذریعے وجود میں آتے ہیں جس میں اعانت دینے والے ممبران ہی حصہ لے سکتے ہیں۔ افراد نامزد کئے جاتے ہیں جو مختلف مناصب کے لئے "کھڑے" ہوتے ہیں۔ انتخابات لڑنے کے لئے مہم چلانا ایک معمول کی بات ہے۔ الیکشن اور اس کے معمولات معاشرہ میں گروہ بندی اور فرقہ واریت کو ہوا دیتے ہیں اور بعض اوقات الیکشن کا دن ایک مچھلی منڈی کا سماں پیدا

کرتا ہے۔ اس گروہ بندی اور فرقہ واریت سے بسا اوقات عدالتی جنگ تک نوبت جا پہنچتی ہے۔ آج شمالی امریکہ یا دنیا کے کسی اور خطہ میں یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔

الیکشن سے انجمن یا ادارے کا ایک سربراہ چنا جاتا ہے جسے عموماً "صدر" کہتے ہیں۔ وہ اکثر ایک پروفیشنل شخص ہوتا ہے جیسے ڈاکٹر' انجینئر' اکانومسٹ یا بینکر وغیرہ' جس نے جدید سیکولر تعلیم حاصل کی ہوتی ہے اور جو ادارہ کے ممبران کے ساتھ قریبی تعلقات اور اچھی شہرت رکھتا ہے۔ کچھ نہ کچھ اخلاص اور ذاتی پرہیزگاری کے باوجود یہ "صدر" اسلام کے بارے میں ضروری علم سے بالعموم محروم ہوتا ہے' اور اس کے اور اس کے اہل خانہ کے طرز زندگی سے اسلام کے اسی ادھورے علم کا اظہار ہوتا ہے۔ عام طور پر "صدر" کے نقائص دراصل اس ادارے کے ارکان ہی کی کوتاہیوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اکثر اس نے گھر یا کار خریدنے' بچوں کی تعلیم اور دیگر ضروریات کے لئے بینک سے سود پر رقم بھی مستعار لی ہوتی ہے اور بعض دفعہ اس کے سیکولر خیالات کی وجہ سے بہت مشکل ہو جاتا ہے کہ اسے سود کے حوالے سے یہ باور کرایا جا سکے کہ وہ گناہ عظیم کا مرتکب ہو رہا ہے۔

ان انجمنوں کا دستور صدر یا مجلس منتظمہ پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کرتا کہ وہ لازماً اپنے اراکین پر' انفرادی یا اجتماعی طور پر' اسلامی طرز زندگی کو نافذ کریں' اور نہ ہی اراکین کے لئے اس بارے میں صدر کی بات سننے اور ماننے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا صدر کی نافرمانی کرنا کوئی گناہ متصور نہیں ہوتا۔

بدقسمتی سے شمالی امریکہ بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی عظیم اکثریت ایک ٹھیٹھ اسلامی جماعت کی صورت میں اور ایک ایسے امیر کی قیادت میں منظم نہیں ہے جو مسلمانوں کے تمام معاملات قرآن و سُنّت کی رہنمائی میں چلا سکے۔ اس طرح شمالی امریکہ کے مسلمان ایک ایسے امیر کی قیادت سے محروم ہیں جس کی اطاعت مذہبی فریضہ کے طور پر کی جاتی ہو۔ شمالی امریکہ میں مقیم اکثر مسلمان اور ان کے لیڈر (صدر' انجمنوں کے عہدیدار اور مجلس اعانت کے ارکان وغیرہ) سب ایک بڑے خطرے میں مبتلا ہیں۔ ان سب کو ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے اور اس خود ساختہ اندھے پن کے لئے جواب دہ ہونا ہے

جس کی وجہ سے وہ اور دیگر مسلمان اپنی اجتماعی زندگی کی تنظیم کے ضمن میں نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عملدر آمد میں ناکام ہو گئے ہیں۔ ان کے لئے قرآن مجید کی یہ آیات باعثِ انذار ہیں :

﴿ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝ وَمَنْ كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۝ ﴾ (بنی اسرائیل : ۷۱'۷۲)

"اس دن ہم بلائیں گے ہر فرقہ کو ان کے سرداروں کے ساتھ۔ سو جس کو ملا اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں' سو وہ لوگ پڑھیں گے (خوشی سے) اپنا لکھا۔ ان پر ایک تاگے کے برابر ظلم نہ ہو گا۔ اور جو کوئی رہا اس جہان میں اندھا (یعنی جس نے سنّتِ رسولؐ پر عمل نہ کیا) سو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور وہ (سیدھی) راہ سے دور گمراہی میں جا پڑا۔"

اگر مسلمان اپنے آپ کو بطور ایک جماعت اور ایک امیر کی قیادت میں' جس کی پوری اطاعت کی جائے' متحد کرنے میں ناکام ہو گئے تو انہیں اس دنیا میں بھی بہت سے تباہ کن مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ مسلمان گویا ایسی بھیڑوں کی طرح زندگی گزاریں گے جن کا نہ کوئی گلہ ہو نہ گڈریا۔ یہ سب بھیڑیں جلد یا بدیر سیدھی راہ سے دور ہٹتی جائیں گی اور بالآخر بھیڑیوں کی خوراک بنیں گی۔ شمالی امریکہ کے مسلمان پہلے ہی اس کا کافی تجربہ کر رہے ہیں کہ کس طرح ایسی گمراہ بھیڑیں خونخوار بھیڑیوں کے ذریعے تباہی کا شکار ہو رہی ہیں۔ تقریباً ہر مسلمان خاندان کو اس (ملحد و بے دین) معاشرے میں کوئی نہ کوئی سانحہ پیش آیا ہے' جس کے ساتھ اب وہ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

شمالی امریکہ کے مسلمان اس بات پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ ان کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے اور چونکہ مقامی اور تارکین وطن دونوں قسم کے مسلمانوں کو اپنے تشخص کے لئے مساجد کی ضرورت ہے' اس لئے بے شمار مسجدیں بھی تعمیر ہو رہی ہیں۔ مگر تکلیف دہ حقیقت یہ ہے کہ ان نئی مساجد کے باوجود شمالی امریکہ کے مسلمانوں کی روزمرہ زندگی

میں اسلام رُو بہ تنزّل ہے' اور غالباً یہ صرف ایک یا دو نسلوں کی بات ہے کہ یہاں رہنے والے مسلمان موجودہ بے دین مغربی تہذیب کی بھٹی میں پگھل کر اپنا تشخص بھی کھو دیں گے۔ اسی طرح مسلمان تارکین وطن کی بڑی اکثریت امریکی دستور کے ساتھ عہدِ وفاداری استوار کر کے اس ملک کی شہریت اختیار کر لے گی' اور یہ شرک ہے! ان کی اکثریت سود پر قرض لے گی تاکہ مکان' کار اور دیگر ضروریات زندگی حاصل کر سکے۔ بہت سے لوگ کریڈٹ کارڈ استعمال کریں گے جو یقیناً سود ہے! تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے بچے یا ان کے بچوں کی اولاد انڈوں اور خنزیر کے گوشت کا ناشتہ کریں گے' شراب پئیں گے اور رفع حاجت کے بعد پانی کے بجائے کاغذ استعمال کریں گے!

یہ بہت ہی تکلیف دِہ حقیقت ہے جس کا میں نے ۱۹۸۹ء سے شمالی امریکہ میں دین کی خدمت کرتے ہوئے ادراک کیا ہے۔ یہی حقیقت ہے جو اس موضوع کی اہمیت کو واضح کرتی ہے' یعنی "تنظیم اسلامی ہی کیوں؟" ــــــ تنظیم اسلامی اس معاملہ میں کیا کردار ادا کر سکتی ہے؟ یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ ہم پوری سنجیدگی اور انہماک سے اس فرق کا مطالعہ کریں جس کی مظہر تنظیم اسلامی ہے۔

آج کی مشکل

۱۹۲۴ء میں تُرک قومی اسمبلی کے خلافت کو ختم کرنے کے فیصلہ کے بعد سے دنیائے اسلام "دار الاسلام" سے محروم ہے۔ کیا دار الاسلام محض اس لئے ختم ہو گیا کہ ترکوں نے استنبول میں خلافت کو ختم کر دیا تھا؟ کیا دنیا کا کوئی اور خطہ ایسا نہ تھا جہاں دار الاسلام بن سکتا؟ یعنی ایک ایسا خطہ جہاں مسلمانوں کا کنٹرول ہوتا اور وہ احکامِ الٰہی کا نظام اللہ تعالیٰ کی مکمل حاکمیت کے تحت چلا سکتے۔ اگر کہیں ایسا نظام قائم ہوتا تو خلافت کا ادارہ وہاں منتقل کیا جا سکتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن طاقتوں نے استنبول میں خلافت کے خاتمہ کا منصوبہ بنایا اور اس پر عملدر آمد کروایا' انہوں نے اس بات کو بھی یقینی بنایا کہ خلافت جو مسلمانوں کا مرکزی ادارہ ہے کہیں اور قائم نہ ہو سکے۔

آج پوری دنیا میں مسلمانوں کا کسی خِطۂ ارضی پر ایسا کنٹرول نہیں ہے کہ وہاں اللہ

تعالیٰ کی مکمل حاکمیت تسلیم کی جاتی ہو۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو مسلمان اب ایک ایسے دور میں سانس لے رہے ہیں جو قبلِ ہجرت کا دور کہلایا جا سکتا ہے۔ اور آج ہمارا مقصد ایک مرتبہ پھر گویا "مکی دور" سے "مدنی دور" میں داخل ہونا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان جب تک قبل ہجرت کے دور میں ہیں انہیں مشکلات کا سامنا ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ ان پر سنّتِ نبوی ﷺ کے مطابق ایک جماعت کی صورت میں اور ایک ایسے امیر کے تحت منظم ہونا لازم ہے جس کی اطاعت مذہبی فریضہ کے طور پر کی جائے' لیکن ایک ایسی جماعت جو دنیا کے تمام مسلمانوں کو متحد کر سکے ابھی وجود میں نہیں آئی ہے' اور اس کے لئے اب تک کی مساعی ناکام ہو چکی ہے۔ ان حالات میں شمالی امریکہ کے مسلمانوں کو کیا روش اختیار کرنا چاہئے؟ بلکہ سوال یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے؟ آج یہی اصل مشکل ہے! اس مشکل کو حل کرتے وقت دراصل ہم اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ "تنظیم اسلامی ہی کیوں؟"۔

تنظیم اسلامی بطور حل

نبی اکرم ﷺ نے موجودہ ابتر حالات کی پیش گوئی فرمائی تھی' جب کہ آپؐ نے واضح فرمایا تھا کہ یہ اُمت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو گی' اور وہ سب گمراہ ہوں گے' سوائے ایک گروہ کے۔ ہم کس طرح یہ معلوم کریں کہ وہ ہدایت یافتہ گروہ کونسا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت یافتہ گروہ وہی ہو گا جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہؓ کی سُنّت پر عمل پیرا ہو۔ اس کا مطلب ہے کہ دیگر سُنتوں کے ساتھ یہ گروہ ایک صحیح اسلامی جماعت کی شکل میں منظم ہو گا' ایک ایسے امیر کی قیادت میں کام کرے گا جسے اسلام کا وسیع علم ہو۔ یقیناً اس امام یا امیر کو جماعت کے تمام معاملات قرآن و سنت کی روشنی میں طے کرنے ہوں گے' اور یہ جماعت امام یا امیر کی اطاعت کو مذہبی فریضہ جانے گی۔

علاوہ ازیں قبل ہجرت دور میں امام یا امیر کی بیعت کا نظام موجود نہیں تھا مگر ہجرت کے بعد سے یہ نظامِ بیعت ہمیشہ موجود رہا ہے۔ تمام صحابہؓ' تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے امام یا امیر کی بیعت کا عہد کیا ہے۔ امام حسینؓ نے یہ عہد امیر معاویہؓ سے لیا تھا' مگر یزید کے

لئے امام حسینؓ نے یہ عہد کرنے سے انکار کردیا ___ اور وہ اس معاملہ میں بالکل صحیح موقف پر تھے ___ اور یہی انکار کربلا کے حادثہ پر منتج ہوا۔

چنانچہ یہ ہدایت یافتہ گروہ روئے زمین پر کسی بھی جگہ رہنے والے ان مسلمانوں کا گروہ متصور ہوگا جو ایک امام یا امیر کی قیادت میں ایک جماعت کی شکل میں ہوں' اور وہ امام یا امیران کے معاملات قرآن و سنت کی روشنی میں چلائے اور اس کی امارت بیعت کے اصول پر قائم ہو ___ نیز یہ ہدایت یافتہ گروہ وہ ہوگا جو قرآن مجید کو اسلام کا بنیادی سرچشمۂ ہدایت سمجھتا ہو۔

تنظیم اسلامی ان شرائط پر پورا اترنے والی ایک جماعت ہے۔ عین ممکن ہے کہ آج صرف یہی ایک جماعت نہ ہو' مگر وہ یہ سمجھتی اور تسلیم کرتی ہے کہ کل اللہ کے بندے ایک امام یا امیر کی قیادت میں اور ایک جماعت کی صورت میں متحد ہو جائیں گے۔ بے شک یہ بات اس جماعت کا ایک بنیادی وصف ہے جو قرآن و سنت کے اصولوں پر دیانتداری سے عمل پیرا ہو کہ ایسی جماعت متواتر اللہ کے بندوں کو متحد اور منظم کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے تاکہ وہ سب ایک امیر کی قیادت میں ایک جماعت کی شکل اختیار کر لیں۔

یہ بات خاص اہمیت کی حامل ہے کہ ہم تنظیم اسلامی کو ایسی جماعت کے طور پر جانتے ہیں جس نے قرآن حکیم کو اسلام کے بنیادی سرچشمۂ ہدایت کے طور پر تسلیم کیا ہے اور دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ غالباً آج کوئی زندہ شخصیت ایسی نہیں ہے جس نے قرآن کے مقصد کو صحیح طور پر سمجھ کر اس کی اتنی خدمت کی ہو جتنی کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب امیر تنظیم اسلامی نے کی ہے۔

علاوہ ازیں تنظیم اسلامی دنیا کی ان چند جماعتوں میں سے ہے جس نے فی زمانہ امیر کی بیعت پر زور دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے مسلمان اس جماعت میں شمولیت اختیار کرنے سے ہچکچاتے ہیں اور اس طرح ایک اہم سنت پر عمل سے محروم ہیں۔ میں خود کافی عرصہ اسی تذبذب میں مبتلا رہا ہوں۔

مسئلہ بیعت اور اس سے انحراف کے نتائج

ہمیں اِس وقت ان لوگوں کے خیالات پر اپنی توجہ مرکوز کرنا ہے جو بیعت کے لئے

ضروری سمجھتے ہیں کہ "تمام مسلمان ایک امیر کے تحت" متحد ہو چکے ہوں۔ یہ حضرات ایک جائز اشکال پیش کرتے ہیں اور ان کی مناسب تشفی ہونا چاہئے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی اس پیشین گوئی کو سامنے رکھیں جس میں اُمت کے ۷۳ فرقوں میں منقسم ہو جانے اور ان میں سے صرف ایک کے راہِ حق پر ہونے کا ذکر ہے۔ یہ فرقہ بندی تو امت میں وقوع پذیر ہو چکی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ مستقبل میں حالات مزید دگرگوں ہوں گے۔ چنانچہ یہ مطالبہ غیر مناسب بلکہ احمقانہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کے ایک امیر کی قیادت میں متحد ہونے کی توقع رکھیں۔

ان مسلمانوں کو ہماری نصیحت یہ ہے کہ وہ سُنّت سے مطابقت رکھنے والی جماعت ـــــ یعنی ایسی جماعت جو بیعت کے اصول پر ایک ایسے امیر کی قیادت میں قائم ہوئی ہو جو جماعت کے معاملات قرآن و سنت کے مطابق چلاتا ہو ـــــ کو تلاش کر کے اس میں شامل ہونے میں جلدی کریں، اور اس دن کا انتظار نہ کریں جو شاید ان کی زندگی میں کبھی نہ آئے۔

دوسری طرف کچھ لوگوں کا نظریہ یہ کہ انہوں نے کسی شیخ طریقت سے بیعت کر کے اِس سُنت کو پورا کر دیا ہے۔ یہ خیال صرف اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جبکہ وہ شیخ طریقت نہ صرف اپنے مریدوں کی اخلاقی و روحانی تربیت کر رہا ہو بلکہ اس جماعت کے ذریعہ انقلابی طرز پر احیائے خلافت اور غلبۂ دین حق کی جدوجہد کی قیادت میں بھی مشغول ہو۔ یہ بات آج بہت کمیاب ہے۔ ایسے صوفی شیخ تو محی الدین عبد القادر جیلانیؒ ہی تھے، چنانچہ فی زمانہ ہم "مرابطون" کو دیکھتے ہیں جو شیخ عبد القادر الصوفی کی قیادت میں ایک ایسی اسلامی انقلابی جدّوجہد میں مشغول ہیں جو بہر حال قابل تکریم ہے۔ یہ صوفی سلسلہ سُود یعنی ربا کے مطالعے اور اس مسئلے کی تشہیر میں باقی امت مسلمہ سے بہت آگے ہے۔

عمر ابراہیم وادیلو کی تازہ تحقیق بعنوان "The Return of the Gold Dinar" کا ان تمام افراد کو لازماً مطالعہ کرنا چاہئے جو ربا کے مسئلے کو سنجیدگی سے دیکھتے ہیں۔ صوفیاء کا یہ طبقہ احیائے خلافت کے لئے بھی سنجیدگی سے کوشش کر رہا ہے۔ فی

الحال ان کی تمام مساعی ترکی تک محدود مگر روبہ ترقی ہے۔ شیخ عبدالقادر الصوفی کی تازہ تحریر "The Return of the Khalifate" ان کی اس جدّوجہد میں پیش رفت کی مظہر ہے۔

مسلمانوں کو امیر اور جماعت سے منسلک نہ ہونے کی صورت میں کیا خمیازہ بھگتنا پڑے گا؟ اگر فی زمانہ مسلمان ایک امیر کی قیادت میں "سمع و طاعت" کے اصول پر بیعت والی جماعت کی صورت میں منظم نہ ہوئے تو انہیں کیا قیمت ادا کرنی پڑے گی؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ اس صورت میں مسلمان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے مرتکب ہوں گے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے :

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ... ﴾ (النساء : ۵۹)

"اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور ان کی جو تم میں سے اولوالامر ہیں"۔

بیعت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو ایک مسلمان پر اس آیت کے تیسرے حصے کے مطابق یعنی "تم میں سے جو صاحب امر ہیں" ان کی اطاعت کی ذمہ داری ڈالتا ہے۔ یہ کہنا کافی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں آج کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں ہے جو اس خصوصیت کا حامل ہو۔ اگر نہیں ہے تو مسلمانوں کی یہ اہم اور فوری ذمہ داری ہے کہ وہ کسی کو یہ حق دے کر اس کی اطاعت کریں۔ اسی ذمہ داری کے شعور کے تحت تنظیم اسلامی ایک امیر کی قیادت یعنی بیعت کے اصول پر قائم ہوئی ہے' اور میں نے بذاتِ خود پاکستان کے شہر راولپنڈی میں اکتوبر ۱۹۹۶ء میں اپنا ہاتھ امیر تنظیم اسلامی کے ہاتھ میں دے کر بیعت کی ہے۔

دوسری بات یہ کہ ہم بلا مبالغہ اس "دورِ فتن" میں جی رہے ہیں' جس کی رسول اکرم ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہ قیامت سے پہلے کا ایک شیطانی دور ہو گا۔ اس "دورِ فتن" کی سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ یہ لوگوں کی عظیم اکثریت کو بالآخر الحاد اور دہریت اور خدا فراموشی کی طرف لے جائے گا۔ اور یہ بات آج روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ دور شروع ہو چکا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی اس حدیث مبارکہ کے

مطابق جو کہ امام بخاریؒ کی صحیح میں درج ہے' اس دور کے ۱۰۰۰ میں سے ۹۹۹ آدمی دوزخ میں داخل ہوں گے۔ سوال یہ ہے کہ ہمیں اس دور میں جہنم سے بچنے' اپنے ایمان کو بچانے اور جنت میں داخل ہونے کے لئے کیا کرنا ہو گا؟ کیا رسول اکرم ﷺ نے اس موضوع پر ہماری رہنمائی فرمائی ہے؟ اگر ہاں تو آپؐ نے کیا نصیحت فرمائی؟ ایک دوسری حدیث میں جو کہ صحیح بخاریؒ ہی میں درج ہے' رسول اکرم ﷺ نے صحابہؓ کے پوچھنے پر اس کا جواب مرحمت فرمایا۔ حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ :

لوگ اللہ کے رسول ﷺ سے اچھائی کے متعلق پوچھتے تھے مگر میں برائی کے بارے میں دریافت کرتا تھا' مبادا میں اس کے زیر اثر آجاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! ہم دور جاہلیت اور بہت برے ماحول میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خیر عطا فرمایا (یعنی اسلام)۔ کیا اس اچھائی کے بعد کوئی برائی ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا : ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ اس برائی کے بعد کوئی اچھائی ہو گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ہاں' مگر یہ آلودہ (یعنی ناخالص) ہو گی۔ میں نے عرض کیا : اس کی آلودگی کیا ہو گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : کچھ لوگ (ایسے ہوں گے جو) دوسروں کی رہنمائی کریں گے (مگر) وہ راہنمائی میری ہدایت کے مطابق نہیں ہو گی۔ تم ان کی کچھ باتوں کی تصدیق کرو گے اور کچھ کی تکذیب۔ میں نے عرض کیا' کیا اس اچھائی کے بعد کوئی برائی ہو گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ہاں' کچھ لوگ (ایسے ہوں گے جو) دوسروں کو جہنم کے دروازوں پر بلائیں گے اور آنے والوں کو اس میں پھینک دیں گے۔ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ اس کی وضاحت فرمادیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا : وہ ہمارے لوگوں ہی میں سے ہوں گے اور ہماری ہی طرح باتیں کریں گے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ مجھے کیا نصیحت فرمائیں گے اگر یہ میری زندگی میں ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جماعت (یعنی مسلمانوں کا ایسا گروہ جو ایک جماعت کی شکل میں منظم ہو) اور اس کے امام (یعنی امیر یا لیڈر جس کی قیادت بیعت کے اصول پر مسلم ہو) سے منسلک ہو۔ میں نے عرض کیا کہ اگر نہ جماعت ہو نہ امام؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : تب تم ان فرقوں (یعنی مسلمانوں کے گمراہ گروہ جو بیعت کے اصول پر ایک امیر کی قیادت میں منظم نہ ہوں) سے دوری

اختیار کرلو' خواہ تمہیں درختوں کی جڑیں کھانی پڑیں' یہاں تک کہ تمہیں اس حالت میں موت آجائے۔ (بخاریؒ و مسلمؒ)

اس حدیث شریفہ سے واضح ہوتا ہے کہ دورِ فتن میں نجات کا دارومدار اس بات پر ہے کہ مسلمان اپنے آپ کو مصدّقہ جماعت و مصدّقہ امام کے ساتھ منسلک رکھیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بہت سی احادیث ایسی ہیں جن کی رو سے جو مسلمان جماعت سے علیحدگی کی حالت میں مرا' یا بیعت کے بغیر مرا' یا امام کے بغیر مرا' درحقیقت اس نے جاہلیت کی موت پائی۔ مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت آج جماعت سے لاتعلق ہے۔ ان کا کوئی امیر نہیں ہے جس کی اطاعت وہ اپنا مذہبی فریضہ مان کر کریں اور نہ ہی انہوں نے کسی کی بیعت اختیار کی ہے۔

مندرجہ ذیل احادیث ایسے لوگوں کو جاہلیت کی موت سے خبردار کرتی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :

((عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الاثْنَيْنِ أَبْعَدُ، مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ))

(سنن الترمذی، أبواب الفتن)

"جماعت میں شامل رہو اور فرقوں (گمراہ مسلمان جو جماعت کی شکل میں منظم نہ ہوں) میں تقسیم نہ ہو۔ اس لئے کہ یقیناً شیطان ایک (اکیلے رہ جانے والے مسلمان) کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دُو (جو ایک جماعت میں منظم ہوں) سے دور رہتا ہے۔ جو کوئی جنت کی خوشبو سے لطف اندوز ہونا چاہے لازم ہے کہ وہ جماعت سے منسلک رہے۔" (ترمذیؒ)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ((يَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شُذَّ إِلَى النَّارِ)) (سنن الترمذی، أبواب الفتن)

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا : "اللہ کا ہاتھ (یعنی اس کی تائید) جماعت کے ساتھ ہے' اور جو کوئی علیحدگی

اختیار کرتا ہے (جماعت سے) وہ جہنم کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔" (ترمذیؒ)

فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: ((إِنَّهُ لاَ إِسْلاَمَ إِلاَّ بِجَمَاعَةٍ، وَلاَ جَمَاعَةَ إِلاَّ بِإِمَارَةٍ، وَلاَ إِمَارَةَ إِلاَّ بِطَاعَةٍ)) (سنن الدارمی، المقدمہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جماعت کے بغیر کوئی اسلام نہیں، امارت کے بغیر کوئی جماعت نہیں ہے، اور اطاعت کے بغیر امارت کی کوئی حیثیت نہیں۔"

عَنِ الْحَارِثِ الأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((...... وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ، اللّٰهُ أَمَرَنِي بِهِنَّ: بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الإِسْلاَمِ مِنْ عُنُقِهِ إِلاَّ أَنْ يَرْجِعَ، وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ مِنْ جُثَاءِ جَهَنَّمَ، ....وَإِنْ صَامَ وَإِنْ صَلّٰى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ)) (مسند احمد و سنن الترمذی)

حضرت حارث الاشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں، مجھے اللہ نے ان کا حکم دیا ہے: جماعت کا التزام، سمع و طاعت، ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ۔ اور جان لو جو کوئی جماعت سے علیحدہ ہوا ایک بالشت بھر تو اس نے اپنی گردن سے اسلام کا قلادہ اتار پھینکا، سوائے اس کے کہ واپس آ جائے۔ اور جس کسی نے کوئی جاہلیت کی پکار لگائی تو وہ جہنم کا ایندھن ہو گا... اگرچہ وہ روزے رکھے، نماز پڑھے اور اسے زعم ہو کہ وہ مسلمان ہے۔" (احمدؒ و ترمذیؒ)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ (رضی الله عنهما) قال: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لاَ حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً))

(مسلم، کتاب الإمارہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

"جس نے اطاعت (امیر) سے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا تو اس کی ملاقات قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ہوگی کہ اس کے پاس کوئی (ایمان کی) دلیل نہ ہوگی اور جو کوئی فوت ہوا اس حال میں کہ اس کے گلے میں بیعت کا قلادہ نہ ہوا تو وہ تو جاہلیت پر مرا۔" (مسلمؒ)

عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ إِمَامٍ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً)) (مسند احمد)

حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص امام کے بغیر مرا اس نے جاہلیت کی موت پائی۔" (احمدؒ، ترمذیؒ)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ (رضی اللّٰه عنهما) عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ مَاتَ مُفَارِقًا لِلْجَمَاعَةِ فَقَدْ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً)) (مسند احمد)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص جماعت سے علیحدگی کی حالت میں مرا اس نے جاہلیت کی موت پائی۔" (احمدؒ)

کچھ لوگوں کے لئے ان احادیث کو پڑھنے کا یہ پہلا موقع ہوگا اور بے اعتباری کی وجہ سے شاید وہ ان کو مشکوک سمجھیں۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ یہ صحیح احادیث نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو مسلمانوں میں ان کا عام تذکرہ ہوتا اور نتیجتاً آج ہم بیعت سے مکمل کنارہ کشی اور خلافت کے خاتمہ کا مشاہدہ نہ کرتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے قرآن مجید اور احادیث شریف میں سود کو حرام ٹھہرایا گیا ہے اور بڑے شد و مد کے ساتھ اس سے منع فرمایا گیا ہے، اس کے باوجود مسلمانوں کی بڑی اکثریت آج اس موضوع کی اہمیت سے بے خبر ہے، بلکہ بدبختی یہ ہے کہ اس ممانعت کی برملا حکم عدولی کی مرتکب ہو رہی ہے۔ بیعت کے بارے میں ان احادیث کی مصدقہ حیثیت اور ثقاہت اس وقت واضح ہوئی جب شیخ الازہر (یعنی الازہر یونیورسٹی کے چانسلر) نے صحیح مسلمؒ کے حوالے سے ان احادیث کو اس مشترکہ اعلان میں نقل کیا جو الازہر اور مصر کے علماء کی طرف سے ترکی میں خلافت کے خاتمہ پر جاری کیا گیا تھا کہ:

"جو کوئی اس حال میں مرے گا کہ اس کے گلے میں بیعت کا قلادہ نہیں ہو گا (یعنی ایک امیر سے عہد نہیں کیا ہو گا کہ سمع و طاعت کے اصول پر اس کی اطاعت کریں گے) وہ جاہلیت کی موت مرا۔" (مسلمؒ)

ترکی کی اعلیٰ قومی اسمبلی نے ۳ مارچ ۱۹۲۴ء کو خلافت کے خاتمہ کا اعلان کیا تو الازہر سے اس واقعے کے تین ہفتہ بعد مذکورہ بالا اعلان جاری ہوا جو پوری مسلمان دنیا کے ردعمل کا مظہر تھا۔ اس حدیث کا اتنے اہم بیان میں حوالہ آنا ہی اس کی اہمیت اور (علماء کے نزدیک) اس کے صحیح ہونے کی کافی دلیل ہے۔

اب ہم ان لوگوں پر اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ ایک امیر کی بیعت ضرور ہونی چاہئے' مگر وہ اس وقت بیعت کریں گے جب تمام امت میں خلافت کا نظام قائم ہو جائے گا۔ ان کو قائل کرنے کے لئے ہم واضح کریں گے کہ گزشتہ ۷۰ سال (۱۹۲۴۔ ۱۹۹۴ء) میں خلافت کا نظام دوبارہ قائم ہونا ممکن ہی نہ تھا۔ (جاری ہے)

ضرورت رشتہ

ایک باپردہ پابند صوم و صلوٰۃ لڑکی لڑکی عمر 28 سال تعلیم بی اے بی ایڈ او دو لڑکوں عمر 34 سال اور 26 سال بالترتیب بی اے اسسٹنٹ سپروائزر واپڈا اور بی ایس سی فلائنگ آفیسر پی اے ایف کے لئے دینی گھرانوں سے مناسب رشتے درکار ہیں۔

رابطہ : نجیب اللہ خان فون : 6863240

سرگودھا سے تعلق رکھنے والی کمبوہ برادری کی دو بہنوں کے لئے دینی مزاج کے حامل رشتے درکار ہیں۔ بچیوں کی تعلیم ایم اے اور عمر 25 سال اور 26 سال ہے۔

برائے رابطہ : غازی وقاص' معرفت پوسٹ بکس 5166 لاہور

لاہور سے تعلق رکھنے والی اعوان برادری کی دو بہنوں' تعلیم ایف اے کے لئے دینی مزاج رکھنے والے مناسب رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ : غازی وقاص' معرفت پوسٹ بکس 5166 لاہور

اُمّتِ مُسلِمہ کی عمر(۹)

اور
مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان

امین محمد جمال الدین
شعبۂ دعوت و ثقافت' دعوتِ اسلامی کالج' جامعہ الازہر

کی معرکۃ الآراء کتاب "عمرامۃ الإسلام وقربُ ظهورِ المَهدی" کا

چھٹا باب

راستے کی جھلکیاں

مترجم : پروفیسر خورشید عالم' قرآن کالج لاہور

فصل اول

عام واجبات

ذہن میں بہت ہی ضروری سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان فتنوں اور خون ریز معرکوں کی تیاری کے لئے ایک مسلمان کو کیا کرنا چاہئے؟ خاص طور پر جبکہ ان فتنوں نے سر اٹھالیا ہے اور دفعتًا کسی لمحہ آیا چاہتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنے والے مرحلے کی تیاری کے لئے مسلمان کے لئے عام واجبات یہ ہیں :

۱) علم : علم سے ہماری مراد وہ صحیح علم ہے جس کا ثبوت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم

سے ملتا ہو۔ ایسا علم جو خرافات اور ضلالت و گمراہی سے پاک ہو۔ عام طور پر یہاں علم سے مراد قرآن' حدیث' فقہ اور شریعت کا علم ہے۔ اور خاص طور پر اس سے مراد اس مرحلہ کی سوجھ بوجھ ہے جس سے ہم گزر رہے ہیں۔ یعنی پہلا خونریز معرکہ کب ہو گا؟ مہدی کا ظہور کب ہو گا؟ ان کی علامت کیا ہے؟ دجال کا خروج کب ہو گا؟ اس کے اوصاف کیا ہیں؟ اور اس کے فتنہ کا طول و عرض کیا ہے؟ یہ عالم حاضر و موجود کا علم اور اس مرحلہ کی سوجھ بوجھ ہے۔

آنے والے مرحلہ کے واقعات' اس کے فتنوں' اس کے خونچکاں معرکوں سے عدم واقفیت ان فتنوں کے جال میں پھنسا کر انسان کو ہلاکت کے گڑھے کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک سکتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ کوئی بھی بے خبر دجال کے فتنے میں مبتلا ہو سکتا ہے جب دجال اس سے کہے گا : کیا خیال ہے اگر میں تمہارے والدین کو زندہ کر دوں تو تم مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟ تو وہ جواب دے گا؟ ہاں۔ پھر دو شیطان اس کے والدین کی شکل دھار کر سامنے آ کھڑے ہوں گے اور کہیں گے : بیٹے جی! اس کی پیروی کرو' یہ تمہارا رب ہے۔ چنانچہ وہ بے خبر اس پر ایمان لے آئے گا کیونکہ اسے یہ پتہ نہیں ہو گا کہ یہ دجال ہے اور اس کے فتنے کا سکوپ کیا ہے؟ چنانچہ علم کے سوا اس کے لئے کوئی چارۂ کار نہیں۔ یہ علم اللہ کے حضور میں اخلاص' توفیق الٰہی اور صحیح فہم سے بارور ہو گا اور یہ صفات تقویٰ سے حاصل ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے :

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

(البقرہ : ۲۸۲)

"اور خدا سے ڈرو! اللہ تعالیٰ (کا تم پر احسان ہے کہ) تم کو تعلیم فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔"

۲) <u>توبہ</u> : دوسری ضروری چیز گناہوں سے توبہ ہے' خواہ گناہ بڑے ہوں یا چھوٹے' خفیہ ہوں یا اعلانیہ۔ کیونکہ فتنوں اور جنگوں کے زمانے میں انسان کے ہوش و حواس اُڑ جائیں گے اور وہ اپنے نفس کی کُنہ تک نہ پہنچ سکے گا۔ اگر اس نے پہلے سے توبہ نہ کی ہو گی تو بھوک اور فقر' قحط اور خشک سالی اور جنگ و جدال اسے توبہ کی کہاں مہلت دیں گے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں :

"سات باتوں سے پہلے پہلے نیک کام کر لو۔ کیا تم ایسے فقر کے منتظر ہو جو غافل کر دے؟ یا ایسی تونگری کے منتظر ہو جو سرکشی پر آمادہ کرے؟ یا ایسے مرض کے منتظر ہو جو تباہ و برباد کر دے؟ یا ایسے بڑھاپے کے منتظر ہو جو عقل کو ضعیف کر دے؟ یا ایسی موت کے منتظر ہو جو کام تمام کر دے؟ یا دجال کے منتظر ہو؟؟ کیونکہ نہ دکھائی دینے والی برائی تمہارا انتظار کر رہی ہے یا تم قیامت کے آنے کے انتظار میں ہو کہ قیامت کی مصیبت سب سے بڑھ چڑھ کر ہو گی"۔ [۱]

اے اللہ کے بندو! توبہ کر لو پیشتر اس کے کہ فتنے تم پر دھاوا بول دیں اور پیشتر اس کے کہ مغرب سے آفتاب طلوع ہو اور درِ توبہ بند ہو جائے۔

۳) دنیا سے بے رغبتی : اس کا مقصد دنیا سے روگردانی بالکل نہیں کیونکہ رسولِ خدا ﷺ کھاتے تھے' پیتے تھے' سوتے تھے' عورتوں سے شادی بھی کرتے تھے' بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے اور دنیاداری کی طرف توجہ دیتے تھے مگر آپ ﷺ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ دنیا میں ایسے رہو جیسے ایک پردیسی یا مسافر رہتا ہے [۲] یعنی دنیا سے اس قدر زادِ راہ لو جو مسافر کو منزل تک پہنچا دے' چنانچہ اپنے ساتھ سوچ سمجھ کر سامان سفر لے کر جاؤ۔

مقصد صرف دنیا کی محبت کو ترک کرنا ہے کیونکہ یہ سب مصیبتوں کی جڑ ہے۔ جو آدمی دنیا سے اس قدر محبت کرتا ہے کہ محبت اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر جائے وہ حسد کرنے لگتا ہے' ظلم کا خوگر بن جاتا ہے' حرص و طمع کا شکار ہو جاتا ہے اور بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

۴) آخرت کا توشہ : اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ۚ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ﴾
(البقرہ : ۱۹۷)

"اور زادِ راہ لے لیا کرو' یقیناً بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے اور اے عقلمندو! مجھ سے ڈرتے رہو"۔

نیکیوں کا بازار شب و روز لگا ہوا ہے۔ کامیاب اور خوش بخت وہی ہے جو اس میں محنت کر کے نفع کماتا ہے۔ فریب خوردہ اور نقصان میں وہ ہے جو اس میں کوتاہی کرتا ہے اور گھاٹا اٹھاتا ہے۔ نیکی کے دروازے کئی ایک ہیں' آسان بھی ہیں اور سہل بھی۔ قرآن پڑھو' ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں :

"جو کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھتا ہے اس کو ایک نیکی ملتی ہے اور ہر نیکی کی جزا دس گنا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے' بلکہ الف ایک حرف ہے' لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے"۔ {۳}

اللہ کو یاد کرو۔ سبحان اللہ کہو' الحمد للہ کہو' اللہ اکبر کہو اور لا الٰہ الا اللہ پڑھو۔ کم کم سہی اسے وردِ زبان بناؤ اور اسے مسلسل پڑھتے رہو' تمہارے نامۂ اعمال میں پہاڑوں جتنی نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔

جی نہ چاہتا ہو تو پھر بھی پورا پورا وضو بناؤ۔ مسجدوں کی طرف زیادہ سے زیادہ قدم اٹھاؤ۔ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرو۔ اتنا ثواب ملے گا جتنا اس لشکر کو جو اللہ کی راہ میں سرحدوں کی حفاظت کے لئے قیام کرتا ہے۔

اپنے والدین کی فرمانبرداری کرو' صلہ رحمی کرو' پڑوسی سے اچھا سلوک کرو' مہمان کی مہمان نوازی کرو' تمہیں کئی گنا اجر ملے گا اور تمہارے درجات بھی بلند ہوں گے۔

سلام کو پھیلاؤ' کھانا کھلاؤ' مریض کی تیمارداری کرو' اور لڑنے والوں کے درمیان مصالحت کرادو۔ تمہارے درجات بلند ہوں گے اور تمہاری برائیاں جھڑ جائیں گی۔

بیوی اپنے شوہر کی اطاعت کرے' اس کے ساتھ ٹھیک طریقے سے رہے سہے' ساتھ ساتھ دین کے ارکان پر مداومت کرے۔ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے' جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

چنانچہ نیکی کے دروازے بہت سے ہیں' سب کھلے ہیں۔ اللہ کے بندو! جلدی سے نیکیاں کر لو اور اس جنت میں داخل ہو جاؤ جس کا عرض زمین و آسمان کی وسعتوں کے برابر ہے۔

۵) <u>اللہ کی طرف دعوت</u> : اس سے مراد صرف لیکچر یا خطبہ دینا نہیں ہے بلکہ مراد

یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کو دین پر عمل کرنے کی اور اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھنے کی دعوت دو اور اپنے گھر والوں کو اللہ کی اطاعت اور عبادت کا حکم دو۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ کی طرف دعوت دینے والے کہلاؤ گے اور کسی کی بات اتنی خوبصورت نہیں ہو گی جتنی تمہاری۔ تمہیں بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا تمہارا کہا ماننے والوں کو۔

۶) تابعداری : مومن اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بارے میں دلیل بازی نہیں کرتا۔ جب اس کے پاس اللہ یا اس کے رسول ﷺ کا کوئی حکم آتا ہے تو یہی کہتا ہے کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی۔

اللہ تعالیٰ کا قول ہے :

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝﴾ (الاحزاب : ۳۶)

"اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں تو ان کو اپنے کام کا کوئی اختیار ہو۔ اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ کھلی گمراہی میں ہو گا"۔

اللہ انصار کی عورتوں پر رحم کرے جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ (النور : ۳۱) "اور وہ اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں" اور لوگ اپنے گھروں کو اللہ کی نازل کردہ آیات تلاوت کرتے ہوئے لوٹے تو عورتوں نے آیات کی تصدیق کرتے ہوئے اور اللہ کے قول پر ایمان لاتے ہوئے اٹھ کر اپنی چادروں کو پھاڑ کر اپنے سر ڈھانپ لئے اور وہ سروں کو ڈھانپے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے یوں کھڑی ہو گئیں گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوئے ہیں۔ {۴}

۷) فرقہ بندی اور اختلاف کو چھوڑنا : اختلاف خواہ کسی قسم کا ہو برا ہے، اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ یہ ہم سے پہلے گزرنے والی امتوں کی بیماری ہے۔ ایسی لاعلاج بیماری کہ جب بھی کسی امت کو لاحق ہوتی ہے اسے تباہ و برباد کر دیتی ہے اور اس کی ہوا اکھڑ جاتی

ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ـــــ احمد اور ترمذی کی زبیرؓ بن عوام سے مروی حدیث میں ـــــ فرمایا ہے :

"پہلی امتوں کی بیماری' حسد اور کینہ تمہارے اندر سرایت کر گئی ہے۔ یہ بیماری حجامت بنا دیتی ہے۔ دین کی نہ کہ بالوں کی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' تم اُس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلا دوں جس کے کرنے سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے۔ اپنے درمیان سلام کو پھیلاؤ!"

پس مسلمانوں کے درمیان انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے اختلاف ترک کرنا فرض اور واجب ہے' خاص طور پر ان دنوں جبکہ دشمن ان پر دھاوا بول رہے ہیں اور اقوامِ عالم مل جل کر ان پر ایسے ٹوٹ پڑی ہیں جیسا کہ کھانے والے پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

دیکھئے! ہر وہ آدمی جو آج کل مسلمانوں کے درمیان فروعی اختلافات کو ہوا دیتا ہے وہ گنہگار ہے' گنہگار ہے۔ ان لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہئے جو مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر رہے ہیں اور ان کی جمعیت کو پریشان کر رہے ہیں۔

طوالت کے خوف سے ہم انہی فرائض پر اکتفا کرتے ہیں۔ مقدور بھر ہم نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ صرف ضروری باتیں لکھی جائیں۔ ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ ایسی لایعنی باتوں سے صفحوں کو کالا کرتے جائیں جن سے قاری اکتا جائے اور اس کا وقت برباد ہو۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں علم' عمل اور اخلاص عطا کرے۔

دوسری فصل

خاص انتباہ اور خاتمہ

فتنوں اور جنگوں کے دوران ہم درج ذیل باتیں مسلمانوں کو ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں :

ـــــ اے اللہ کے بندے! اس لشکر میں ہرگز شامل نہ ہونا جو بیت اللہ کے قریب مہدی سے

لڑنے کے لئے جائے گا۔ وہ لشکر بدنصیب ہو گا جسے زمین میں گاڑ دیا جائے گا۔

— اللہ کے خلیفہ مہدی کے ظہور کا یقین ہونے کے بعد یا تو خود جا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو دل سے بیعت کر لینا۔

— اے اللہ کے بندے! بڑے خونریز معرکہ میں پسپا ہونے والے ایک تہائی شکست خوردہ لشکر میں سے نہ ہونا، وگرنہ توبہ سے محروم ہو جاؤ گے، بلکہ ثابت قدم رہنا، تمہیں دو نیکیوں میں سے ایک نیکی (غازی یا شہید) حاصل ہو گی۔

— دجال کے ظہور کے وقت مکہ یا مدینہ کی گود میں رہنا۔ اگر ایسا نہ کر سکو تو اس کے سامنے ڈٹ کر سورۂ کہف کی ابتدائی آیات یا آخری آیات پڑھنا، وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

— دجال کی روٹی اور اس کے پانی کے دریا کے قریب نہ پھٹکنا۔ وہ تو بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ اے اللہ کے بندے! اُس آگ کا قصد کرنا جو اس کے پاس ہے۔ اپنے سر کو جھکا لینا، اپنی آنکھوں کو نیچا کر لینا اور اس میں سے پی لینا، وہ میٹھا پانی ہو جائے گا۔

— پابندی سے تسبیح، تحمید، تکبیر اور تہلیل کرتے رہنا۔ بھوک، قحط اور خشک سالی کے دنوں میں یہی تمہارا کھانا پینا ہو گا۔

— دجال والا دن ایک سال کی مانند ہو گا۔ اس میں اپنی نماز کا اندازہ کر لینا۔ اس دن پانچ نمازیں کافی نہ ہوں گی۔ تمہارے لئے لازمی ہے کہ اس دن سال بھر کی نمازیں پڑھو۔

— عیسیٰ علیہ السلام کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچانا۔

— ان لوگوں میں سے ہو جانا جو رات کو قیام کرتے ہیں۔ اس طرح اس طویل رات کو بیدار رہو گے جو مغرب سے طلوع آفتاب سے پہلے ہو گی، جس کے بعد درِ توبہ بند ہو جائے گا اور تمہارا خاتمہ بالخیر ہو گا۔

— اللہ کے جانور سے ڈر کر مت بھاگنا کیونکہ وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ تو تمہارے چہرے پر نشان لگائے گا جس کے باعث اللہ کے حکم سے تمہارا چہرہ دمک اٹھے گا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے علم سے ہمیں نفع پہنچائے۔ اس بات کا علم عطا فرمائے جسے ہم جانتے نہیں اور ظاہری و باطنی ہر قسم کے فتنوں کو ہم سے دور رکھے' وہ ہمیں زندگی اور موت کی آزمائشوں سے اور مسیح دجّال کے فتنے سے بچائے کیونکہ وہ بہترین کارساز اور بہترین مددگار ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝

"آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ کافر بیان کرتے ہیں۔"

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ (اور سلام ہو پیغمبروں پر)

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

"اور تمام تر خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے"

جمعہ کی رات کو اس کتاب سے فراغت ہوئی

القاھرہ۔ ۱۳ صفر ۱۴۱۷ھ موافق ۵ جولائی ۱۹۹۶ء

امین جمال الدین

حواشی

{۱} ترمذی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے' ان کا قول ہے کہ حدیث حسن ہے' اس کی سند میں کلام ہے۔

{۲} بخاری' مسلم اور احمد وغیرہ نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔

{۳} ترمذی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے اور کہا کہ حسن صحیح ہے۔

{۴} اس حدیث کے معانی کو بخاری نے عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔ (بخاری کی روایت میں انصار کی عورتوں کی جگہ پہلے مہاجرین کی عورتوں کے الفاظ ہیں۔)

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

"تنظیمِ اسلامی کی دعوت"

ایک تصحیح ——— ایک وضاحت

جنوری کے میثاق میں "تنظیم اسلامی کی دعوت" کے عنوان سے امیر تنظیم اسلامی حلقہ جنوبی پنجاب مختار حسین فاروقی صاحب کا جو مضمون شائع ہوا اس میں پروف ریڈنگ کی چند اغلاط رہ گئی ہیں۔ لہٰذا اس ضمن میں معذرت کے ساتھ مندرجہ ذیل تصحیح و وضاحت پیش خدمت ہے۔

۱) صفحہ ۴۲ سطر ۱۱ میں "پر انسان" کے بجائے "ہر انسان" پڑھا جائے۔

۲) صفحہ ۴۷ پر دینی فرائض کے تذکرے میں جزو (ج) کی عبارت نامکمل رہ گئی تھی۔ مکمل عبارت اس طرح ہے :

ج۔ اب پہلی چھت سے چار ستون مزید بلند ہوتے ہیں' جن پر دوسری چھت تعمیر ہوگی۔ یہاں بھی یہ فرائض توجوں کے توں رہیں گے۔ اس دوسری چھت کو ہم ان الفاظ سے موسوم کر سکتے ہیں : "ہر مسلمان کا دین کا علمبردار بننا اور اس کو پھیلانا"۔ اس کے لئے قرآن و حدیث کی یہ اصطلاحات ہیں : i) تبلیغ ii) دعوت iii) انذار و تبشیر iv) وعظ و نصیحت v) شہادت علی النّاس vi) امر بالمعروف و نہی عن المنکر

۳) صفحہ ۵۴ پر آخری سے پہلے پیرے میں لفظ "قلزم" کے بجائے "ملتزَم" ہونا چاہئے تھا ——— یعنی "خیر القرون کے بعد اسلام کے گہوارے میں آنے والا "آخَرِينَ مِنْهُمْ" کا یہ خطہ جو جغرافیائی نقشہ میں عین ملتزَم کے سامنے ہے' شاید عالمی خلافت کا نقطہ آغاز ثابت ہو جائے"۔

(واضح رہے کہ "ملتزَم" بیت اللہ میں طواف کا شوط شروع کرنے کا مقام ہے۔)

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

خواتین کے ایک اجتماع میں ایک بہن کا خطاب

خطبہ مسنونہ کے بعد پڑھا :

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ، وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ، وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ ﴾ (آل عمران : ۱۸۵)

"ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے' اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا' تو جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا' اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے"۔

اللہ احکم الحاکمین کی پُر حکمت اور پُر رحمت کتاب میں سے جس بابرکت مقام کا ترجمہ میں نے آپ کے گوش گزار کیا ہے پہلے اس مقام کی پہچان فرمالینا ضروری ہے۔ یہ مقامِ عالی شان اللہ ملک العلام ذوالجلال والاکرام کی پُر رحمت کتاب کے چوتھے پارے کا دسواں رکوع اور سورۂ آل عمران کا انیسواں رکوع ہے۔ اس مقام عالیشان میں اللہ عظیم و برتر نے ایک ایسا مسئلہ بیان فرمایا ہے جس سے کوئی اختلاف نہیں کر سکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے بھی انسان گزرے ہیں' خواہ وہ مومن ہوں یا کافر و مشرک ـــــ نمرود اور فرعون ہوں یا خلیل اللہ اور کلیم اللہ علیہم السلام' یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس میں آج تک کسی فرد بشر نے اختلاف نہیں کیا۔ وگرنہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس میں اختلاف نہ ہو۔ دنیا میں صرف یہی ایک مسئلہ ملے گا جس میں کسی نے اختلاف نہ کیا ہو اور یہ مسئلہ ہے موت!

موت میں آج تک کسی کو اختلاف نہیں' چاہے وہ ابو جہل اور ابو لہب ہوں یا ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ۔ یہ مسئلہ اتنا اٹل ہے کہ دنیا کی تاریخ میں ہر بات میں اختلاف ہوا

لیکن موت میں اختلاف نہیں ہوا۔ اس کے بارے میں میرے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے :

﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○ ﴾

مکہ کے کافر کہتے ہیں محمدؐ کو کب موت آنی ہے؟ اللہ فرماتے ہیں : اے محبوبؐ! آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک انسان گزرتے چلے گئے' ہم نے کسی انسان کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا رکھا ہی نہیں۔ کوئی انسان آب حیات پی کر نہیں آیا۔ جو آیا اس نے اپنی زندگی گزاری اور چل بسا۔ ان کا وقت ختم ہوا اور اس دنیا سے چلتے بنے۔ "اَفَاِئنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ؟" اے محبوبؐ! اگر آپ نے وفات پانی ہے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے؟؟ "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً"۔ موت تو ہر جاندار کو آنی ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں ہم نیکی اور بدی کے ساتھ تمہاری آزمائش کرتے ہیں۔ نیکی کمانے والے کو بھی موت آنی ہے مگر وہ کتنی اچھی موت ہے جو نیکی کی راہ میں آجائے۔ اور وہ موت کتنی افسوسناک ہوگی جو بدی کے راستے میں آجائے۔ آنکھیں تو قیامت کو کھلیں گی۔ اے اللہ! قرآن کے نور کے ساتھ ہمارے سینوں کو منور فرما۔

سورۃ الجمعہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِىْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ ﴾

یعنی اے محبوبؐ! کہہ دیجئے! وہ موت جس سے تم بھاگ رہے ہو' جس سے حفاظت کا سامان تیار کر رہے ہو' ایک وقت آئے گا کہ وہ تمہیں مل کر رہے گی۔ کوئی حاکم ہو یا کوئی محکوم' کوئی زبردست ہو یا ضعیف' کوئی اس مسافر خانے میں آنے کی تیاری کر رہا ہے اور کوئی آچکا ہے' کوئی آرہا ہے اور کوئی آکر جاچکا ہے۔

اس دنیا کی زندگی کے متعلق ہر فرد بشر سمجھتا ہے کہ نہایت عارضی زندگی ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ کئی بچے ایسے پیدا ہوتے ہیں جو صرف ایک دو سانس لے کر اگلی دنیا کو

کوچ کر جاتے ہیں۔ کئی ایسے ہوتے ہیں جو صرف چند دن اس دنیا میں آنکھیں کھولتے ہیں۔ ماں کا دل ٹھنڈا کیا' باپ کی آنکھیں ٹھنڈیں کیں۔ ماں باپ ابھی خوشیاں منا رہے ہیں' اس کے عقیقہ کے لئے بکرے خریدے جا رہے ہیں اور آنے والا دنیا سے چلا بھی گیا ــــ ابھی بازار سے کپڑے کھلونے اور بائیسکل خرید کر لا رہے ہیں' ابھی جوتے کا تلا بھی نہیں گھسا کہ پہننے والا اس دنیا سے چلا بھی گیا ــــ ایک بچہ بیس بائیس برس کا جوان ہوا' ماں باپ نے منگنی کر دی' شادی کی تیاریاں ہو رہی ہیں' زیورات خریدے جا رہے ہیں' بُری خریدی جا رہی ہے۔ آج شادی کا دن ہے' دولہاں میاں بارات لے کر دلہن کے گھر جا رہے ہیں۔ ابھی بارات منزل مقصود تک نہیں پہنچی کہ راستے میں حادثہ پیش آگیا اور دولہا میاں کی لاش گھر واپس آگئی۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک طرف سے کسی نوجوان کی بارات جا رہی ہوتی ہے تو دوسری طرف سے ایک نوجوان کا جنازہ چلا آ رہا ہے۔ پتہ چلا کہ موت نہ جوانی دیکھتی ہے نہ بڑھاپا نہ بچپن ــــ اور نہ کسی کی دولت دیکھتی ہے نہ عزت اور عظمت۔ کوئی پانچ برس زندہ رہا' کوئی پچاس برس' اور کوئی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ساڑھے نو سو سال ــــ لیکن ایک وقت ایسا آنا ہے کہ موت آنی ہے اور قبر کے دروازے سے گزرنا ہے۔ اے لوگو! موت آنے والی ہے۔ اس سے پہلے کچھ تیاری آخرت کے لئے بھی کر لو۔

موت کا راز رب نے کسی کو بھی نہیں بتایا۔ اگر اللہ موت کا راز کسی کو بتاتا تو کم از کم اپنے نبیؐ کو بتاتا۔ جب موت سرہانے آکھڑی ہو گی تو آدمی کہے گا: اے اللہ' کچھ دنوں کی مہلت دے دے۔ اگر دنوں کی نہیں تو کچھ گھنٹوں کی مہلت دے دے۔ ماں سے کوئی بات کر لوں' بچوں کو ہی سینے سے لگا لوں' کچھ صدقہ خیرات کر لوں۔ اللہ فرمائے گا: تجھے میں نے ساٹھ سال مہلت دی' اسّی سال مہلت دی' سو سال عمر دی' لیکن تو نے کوئی نیکی نہ کی' اب تجھے ایک سانس کی مہلت بھی نہ ملے گی۔ اپنی طویل زندگی میں تو ہماری طرف نہیں آیا بلکہ تیرے فخر اور غرور کے غبارے فضاؤں میں اڑتے رہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ○ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ○

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ○ فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ○ تَرْجِعُوْنَهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○﴾

(الواقعہ : ۸۳-۸۷)

فرمایا : اے بندے! جب کسی کا سانس حلق میں پہنچ جاتا ہے اور اس وقت تم دیکھ رہے ہوتے ہو کہ ایک طرف عزیز و اقارب کھڑے ہیں' دوسری طرف ڈاکٹر اور حکیم کھڑے ہیں' بیوی بچے اور دوست احباب بھی موجود ہیں۔ لوگوں کا اجتماع ہے۔ لیکن اے بندے! حقیقت میں یہ سب سے دُور ہیں' اگر سب سے زیادہ کوئی قریب ہے تو اللہ کی ذات ہے۔ اللہ کہتا ہے میں اب تیری روح نکالنے لگا ہوں۔ دنیا جہان کے ڈاکٹروں' حکیموں اور اعزہ و اقارب سے کہو کہ وہ اس کو واپس کرلیں!! پتہ چلا کہ موت اٹل ہے' چاہے کوئی نبی ہو یا نبی زادہ' چاہے کوئی ولی ہو یا ولی زادہ' موت کے پنجے سے نہ کوئی بچ سکا ہے نہ بچ سکے گا۔

مجھے ایک واقعہ یاد آگیا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے ساتھ ایک بی بی کی ملاقات ہوتی ہے۔ سوال کرتے ہیں : "بی بی کہاں سے آئی ہو؟" بی بی ہر بات کا جواب قرآن کی آیت سے دیتی ہے۔ جواب ملتا ہے : "سُبْحَانَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيَاتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ" پوچھا : بی بی تمہارا نام کیا ہے؟ جواب ملتا ہے : وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ یعنی نام مریم ہے۔ پوچھا : کوئی بیٹا ہے؟ جواب ملتا ہے : "وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ" یعنی دو بیٹے اسحاق اور یعقوب ہیں۔ پوچھا : کیا تمہارے پاس سواری ہے؟ جواب دیا : "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" کہ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے' دوست رکھتا ہے' اگر سواری دو گے تو اجر پاؤ گے۔ بی بی کو سواری دی گئی۔ جب سوار ہوئی اور چلنے لگی تو پڑھا : "سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ' وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ" جب بیت المقدس آگیا تو بی بی نے پہلے مسجد اقصیٰ میں دو رکعت نماز پڑھنی شروع کی۔ جب پہلے سجدہ میں گئی تو روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (یا اللہ زندگی دے تو اس طرح بسر کرنے کی

توفیق دے اور اگر موت دے تو اس طرح کی موت دے)۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے ان کے بیٹوں سے پوچھا کہ تمہاری والدہ کوئی بات قرآن کے بغیر نہیں کرتی تھیں؟ انہوں نے کہا کہ ہماری ماں نے چالیس برس سے کوئی بات ماسوائے قرآن کے نہیں کی۔ اس لئے نہیں کی کہ "مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ" یعنی ہر بات جو انسان کے منہ سے نکلتی ہے لکھی جاتی ہے۔ ہماری ماں کہتی تھی کہ قیامت کے دن جب میرا نامہ اعمال پیش ہو تو اس میں قرآن کے سوا اور کوئی بات نہ ہو۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ ہمارے اعمالنامہ میں کہیں جھوٹ ہے، کہیں گالیاں ہیں، کہیں الزام تراشیاں ہیں۔ یا اللہ ہم سب کو اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

اِس دنیا میں کسی کو ہمیشہ رہنا ہوتا تو آمنہ کے لال ﷺ رہتے۔ جب وہ نہیں رہے تو اور کون ہمیشہ رہ سکتا ہے؟ جب میرے آقا کی باری آئی تو چودہ دن بخار آیا۔ (جس کو خود بخار چڑھ جائے وہ مشکل کشا کیسے ہو سکتا ہے؟) جبرائیل بھی آتا ہے اور عزرائیل بھی آتا ہے۔ اللہ نے فرمایا: اے جبرائیل، دستک دینا اور پہلے تم اندر جانا، اگر میرا محبوب اجازت دے تو عزرائیل اندر جائے۔ آقا کو بے ہوشی تھی اور اتنا سخت بخار تھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اُمّ المومنین فرماتی ہیں کہ ہم نے آپؐ کے جسم مبارک پر سات مشکیں پانی کی ڈالیں تو بخار کچھ کم ہوا۔ جب جبرائیل نے دستک دی تو آپؐ کے گھر والوں نے سمجھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہے اور عیادت کرنے والوں نے تنگ کر دیا ہے، کیونکہ لوگ جوق درجوق آ رہے تھے۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اندر آنے کی اجازت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہوش آیا تو فرمایا: بیٹی کیا بات ہے؟ کہا: اباجان باہر کوئی اعرابی ہے جو اندر آنا چاہتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کوئی اعرابی نہیں، یہ وہ ہے جو بچوں کو یتیم کرتا ہے، سہاگنوں کا سہاگ ختم کرتا، شہروں اور گھروں کو ویران کرتا ہے۔

میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ اے اللہ! جب موت آئے تو تیری عبادت کرتے ہوئے آئے اور موت آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں آئے۔ آمین

وآخرُ دَعوانا اَنِ الحمدُ للّٰہ ربِّ العٰلمین ○

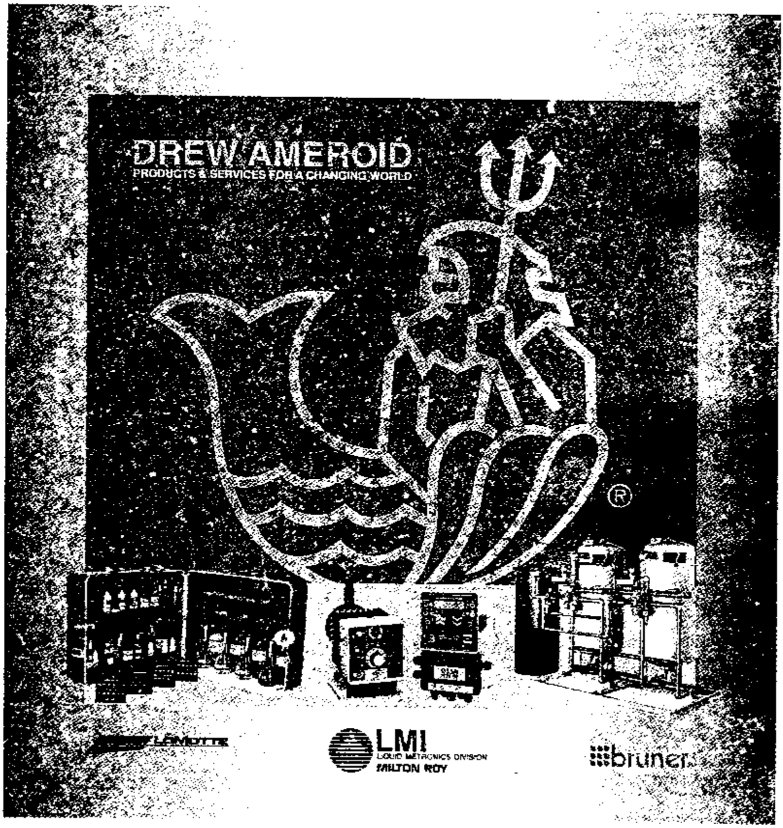

ORIENT WATER SERVICES (PVT) LTD.

THE INDUSTRIAL WATER TREATMENT COMPANY

KARACHI
Tel: 453-3527 453-9535
Fax: 454-9524

LAHORE
Tel: 712-3553 722-5860
Fax: 722-7938

ISLAMABAD
Tel: 273168 277113
Fax: 275133

FAISALABAD
Tel: 634626
Fax: 634922

حضرت امام شاملؒ (۵)

امام شاملؒ کے حالات زندگی پر انگریزی زبان میں شائع ہونے والی
کرنل محمد حامد اور لیسلے بلانچ کی کتب سے ماخوذ
ترتیب و ترجمہ : اظہار احمد قریشی

لڑائی کے درمیان وقفہ میں جبکہ طرفین ایک دوسرے کا موازنہ کر رہے تھے امام شامل اور ان کے نائب نماز اور ذکر میں مصروف ہو گئے۔ یہ اپنا وقت مسجد میں گزار رہے تھے جس کی عمارت سلامت تھی اگرچہ اس کا مینار روسی توپ خانے نے گرا دیا تھا۔ اس دوران عورتیں غاروں اور ملبہ میں سے نکلنی شروع ہو گئیں اور انہوں نے خانگی ساماحول پیدا کر دیا۔ انہوں نے چھوٹے چھوٹے چولہے جلا کر روٹیاں پکانی شروع کر دیں۔ بکھرے ہوئے پتھروں کو ٹھکانے لگایا' مسجد کا چھت سے لٹکتا ہوا پیتل کا لیمپ پالش کیا' خوبصورت جائے نمازوں کو جھاڑا۔ یہ خوبصورت جائے نمازیں امام شامل کی انتہائی سادگی کے باوجود ان کے قلعہ کی مسجد میں آراستہ تھیں۔ عورتیں اکٹھی ہو گئیں۔ انہوں نے اپنی تلواریں ایک جانب رکھ دیں اور اپنے پھٹے ہوئے اور لڑائی کے دھبوں والے کپڑوں کی مرمت کرنے لگیں اور اسی طرح مرد مجاہدوں کے جوتے اور لباس مرمت کرنے لگیں۔

جنگ سے بچے ہوئے بچے محفوظ کونوں میں کھیلنے' ناچنے کودنے اور دھوپ سینکنے لگے۔ غاروں کے اندھیروں سے نکل کر یہ بہت خوش ہوتے تھے۔ ان میں جو پانچ یا چھ سال سے زیادہ عمر کے تھے وہ نیزہ بازی کی مشق کرتے تھے یا اپنی تلواروں کو بڑے ماہرانہ انداز میں تیز کرتے تھے۔ ان بچوں میں ایک آٹھ سالہ لڑکا بھی تھا۔ یہ امام صاحب کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ اس کا نام جمال الدین تھا۔ اس کا اس کتاب کی کہانی میں بہت حصہ ہو گا۔ جمال الدین دبلا' سنجیدہ نظر آنے والا چھوٹا سا لڑکا تھا۔ اس کی بڑی بڑی کالی ترچھی آنکھیں اپنی

ماں پر تھیں۔ اس کے چہرے پر نہایت دلکش مسکراہٹ ہوتی تھی۔ وہ بڑے فخریہ انداز میں چلتا تھا اور اپنے والد کے ساتھ ہر جگہ جاتا تھا۔ یہ اب تک مکمل گھوڑسوار اور نشانہ باز بن چکا تھا اور امام صاحب کے ساتھ کئی جگہوں پر حملہ کرنے میں شامل رہ چکا تھا۔ اس کے ساتھ ایک تلوار رہتی تھی جو محسوس ہوتی تھی کہ اس کے لئے زیادہ وزنی ہے۔ اس علاقہ میں یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی' یہاں تو بارہ سال کا لڑکا مکمل جنگجو شمار ہوتا تھا۔ محاصرہ کے دوران جمال الدین اپنے والد سے ایک قدم پیچھے کھڑا ہوتا تھا۔ جنگی محاذ پر' مسجد میں یا مجاہدین کی جنگی مجلس مشاورت میں' ہر جگہ وہ اپنے والد سے ایک قدم پیچھے ہوتا تھا۔

اب روسیوں نے فیصلہ کرلیا کہ اکھلگو فتح نہیں ہو سکتا جب تک مجاہدین کی سپلائی لائن نہ کاٹ دی جائے اور قلعہ بندیوں کو مکمل طور پر چاروں طرف سے نہ گھیر لیا جائے اور دریائے کوسو پر خستہ حال پلوں کی تعمیر نو نہ کرلی جائے۔ اس کام میں ایک مکمل مہینہ صرف ہوا۔ مجاہدین کی سخت مخالفانہ کارروائیوں کے باوجود ایک پل آخر کار بن گیا۔ مجاہدین کھلے علاقہ میں روسی توپ خانہ کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔

روسیوں کو مزید کمک غمری کے راستے سے پہنچ گئی۔ غمری امام صاحب کی جائے ولادت تھی اور امام صاحب کو اعتماد تھا کہ غمری امام صاحب کی وفادار رہے گی اور مشترکہ دشمن کی مخالفت کرے گی۔ لیکن غمری نے کوئی حرکت نہیں کی اور روسی قافلوں کو اجازت دے دی کہ وہ بلا خوف و خطر گزر جائیں۔ امام صاحب نے غمری کی یہ حرکت کبھی معاف نہیں کی۔ بھاری توپیں نئی جگہوں پر نصب کردی گئیں۔ دو بٹالین فوج محاصرہ سے ہٹا کر سب طرف پھیلادی گئی تاکہ کوئی مجاہد اکھلگو تک کوئی سامان نہ پہنچا سکے۔ اسی زمانے میں ایک روسی کاریگر نے ایک لمبی لکڑی کی گیلری بنائی جس میں روسی سپاہ' مجاہدین کی گولیوں سے محفوظ رہتے ہوئے سفر کرسکتے تھے اور جہاں ان کی ضرورت تھی وہاں تک پہنچ سکتے تھے۔ یہ بالکل نئی اختراع تھی۔

اگست کے وسط تک جنرل گراب نے اپنے آپ کو اس کامیابی پر مبارک باد دی کہ اکھلگو مکمل طور پر گھیرے میں ہے اور باہر سے کٹ چکا ہے اور اب بس قبضہ ہونے ہی

والا ہے۔ سخت گرمی کے باعث روسی سپاہ میں قریباً نصف لوگ ٹائفائیڈ میں مبتلا تھے۔ ادھر قلعہ کے اندر حالات بے حد خراب تھے۔ کنواں خشک ہو چکا تھا۔ خوراک اور ایندھن ختم تھے۔ زخمیوں کو باہر نہیں بھیجا جا سکتا تھا۔ لکڑی وہاں نہیں تھی چونکہ اس پہاڑی علاقے کا لیول جنگلات سے اونچا تھا۔ روسی توپیں رات دن گولے برسا رہی تھیں اور اس گولہ باری سے زیر زمین پناہ گاہیں اور حفاظتی انتظامات بھی متاثر ہو رہے تھے جن کو امام صاحب نے سخت محنت اور اعتماد سے تعمیر کیا تھا۔

بالآخر امام صاحب کو معلوم ہو گیا کہ وہ پھنس گئے ہیں۔ بہت تھوڑے سے مجاہدین زندہ بچے تھے۔ عورتوں اور بچوں میں سے نصف مر چکے تھے اور گولہ بارود تقریباً ختم ہو چکا تھا۔ کچھ عرصہ قبل ایک نزدیکی گاؤں چرکائی کے سردار نے جنرل گراب کو اپنی خدمات بیچ بچاؤ کے لئے پیش کی تھیں تو گراب نے اسے بتلا دیا تھا کہ وہ امام شامل کے ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی بات نہیں مانے گا۔ اس کے علاوہ امام صاحب کا بیٹا جمال الدین لازماً ضمانت کے طور پر دیا جائے تاکہ امام صاحب صلح کی بات چیت کے دوران نیک چلنی پر قائم رہیں۔

پہلے پہل امام صاحب ان شرائط کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھے اور انہوں نے بڑا سخت جواب دیا جس کے بارے میں روسیوں کا کہنا یہ تھا کہ یہ جواب اس قابل نہیں تھا کہ ایک روسی جرنیل کو دیا جاتا۔ لیکن اب امام صاحب کے پاس اپنے فخر و اعتماد کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ ان کی عزت نفس اس تذلیل پر اور شکست کی تلخیوں پر بڑی کھول رہی تھی اور وہ جمال الدین کو دینے پر بھی خود کو راضی نہیں کر سکتے تھے۔

مزید ایک ہفتہ اکادکا حملوں اور بے کار گولیاں چلانے کے بعد اور بخار اور تھکن کی وجہ سے نقصانات کے بعد طرفین مزید کمزور ہو گئے۔ لیکن روسیوں کے لئے اکھلگو کی فتح زیادہ آسان نہیں ہوئی' نہ ہی امام صاحب جنگ کو لمبا کر سکنے کی بہتر پوزیشن میں آئے۔ اس وقت تک ان کے بقایا مجاہدین اس قدر تھک چکے تھے کہ وہ برسرعام موت کے لئے دعا کرتے تھے۔ صرف امام صاحب کا اعتماد اور ان کی قوت ارادی اس مقابلے کو جاری رکھے ہوئے تھی۔ قلعہ بندیوں کے اندر جا بجا لاشیں پھیلی ہوئی تھیں اور گدھ ٹوٹے پڑتے تھے جبکہ بچے کھچے لوگ جو زیادہ تر عورتیں تھیں ان گدھوں کو زخمیوں سے دور

رکھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ ۱۸/ اگست کو امام صاحب نے سفید جھنڈا لہرا دیا اور بڑی تلخی اور بڑے صدمے کے ساتھ ننھے جمال الدین کو یرغمال کے طور پر ان قابل نفرت غیر مسلموں کو دینے پر رضامند ہوئے۔ بچہ رویا نہیں۔ اس کے والد اور والدہ دونوں نے اسے کہا تھا کہ وہ دشمن کے سامنے پروقار رہے۔

جمال الدین کی آئندہ کہانی

حضرت امام شاملؒ اوپر کھڑے جمال الدین کے جانے کا منظر دیکھتے رہے اور اس واقعہ کے انتقام لینے پر غور کرتے رہے۔ اس انتقام میں سولہ سال لگیں گے اور آخر میں پھر جمال الدین اس میں متعلق ہو گا۔ وہ ساری رات امام صاحب نے گہرے فکر اور غصہ میں گزاری۔ ان کے قلعہ پر دشمن کا قبضہ ہو جائے ان کا بیٹا یرغمال میں دے دیا جائے۔ یہ دونوں اللہ کے نام پر قربان ہو جائیں۔ اللہ ان کی مدد کرے گا اور وہ وقت آنے پر دونوں کو دوبارہ حاصل کرلیں گے۔

اگلے روز امام صاحب کو صلح کی گفتگو کرنی تھی۔ جنرل پلو اور اس کا شاف قلعہ میں داخل ہوئے اور ایک پتھروں سے بھرے ہوئے غار میں جس کے گرد مجاہدین کی سڑتی ہوئی لاشیں تھیں۔ امام صاحب ان سے اپنے عمومی مغرورانہ انداز میں کسی بھی قسم کے جذبات ظاہر کئے بغیر ملے۔ امام صاحب نے کہا کہ میں دو شرائط پر ہتھیار ڈالوں گا۔ اول یہ کہ مجھے اپنے علاقہ داغستان میں رہنے دیا جائے اور جمال الدین نزدیکی گاؤں چرکی میں چرکی کے سردار کی نگرانی میں رہے۔ جنرل پلو کمانڈر انچیف کے پاس یہ خبر لے کر گئے۔ سارے ماحول پر بڑی منتظر خاموشی چھا گئی۔ گفت و شنید کئی دن جاری رہی۔ جنرل گراب نے بھی محسوس کرلیا کہ امام صاحب کے متعلق جو جنرل کلوگنو کا تجربہ تھا یہ ویسے ہی کوئی بھی بات نہ ماننے والے اور ضدی ہیں۔ جنرل گراب نے کہا کہ امام صاحب کا لہجہ ناقابل برداشت ہے۔ اتنی جنگ کے ساتھ گستاخی بھی ہے۔ چنانچہ میں امام کا سر مزید جھکاؤں گا۔ چنانچہ جنرل گراب نے ٹکا سا انکار بھیج دیا کہ امام صاحب کو جہاں زار روس کا حکم ہو گا رہنا ہو گا اور یہ کہ جمال الدین کو پہلے ہی سینٹ پیٹرز برگ بھیجا جا چکا ہے، جہاں حکومت فیصلہ

کرے گی کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے۔

روسیوں کی جانب سے جمال الدین کو بھیجنے کی کارروائی بڑی چبھن والی دھوکہ دہی تھی۔ یہ اغوا تھا اور ان تمام جنگی اصولوں کی نفی تھی جس پر وہ فخر کرتے تھے اور جس کی وجہ سے وہ اپنے دشمنوں پر اخلاقی طور پر برتر تھے۔ اس کارروائی کے ذریعہ روسیوں نے امام صاحب کو ایک غیر مہذب ڈاکو والا سلوک دیا جبکہ وہ ایک سیاسی مخالف تھے۔ جمال الدین کو روسیوں نے صلح کی گفت و شنید کے دوران کے لئے لیا تھا۔ اسے اتنی دور روانہ کرنا دھوکہ تھا۔

روسیوں کا پیغام امام صاحب کو بجلی کی کڑک محسوس ہوا۔ ان کا جواب بڑی زوردار فائرنگ تھا جس سے روسیوں کو یہ پیغام تھا کہ ہم نہیں مانیں گے۔ امام صاحب کے تصور میں بھی یہ نہ تھا کہ روسی اس قدر جلد جواب دیں گے اور اس قدر ظالمانہ کارروائی کریں گے اور یہ کہ جمال الدین کو اس قدر دور بھیجنے سے پہلے اس کے والد کو اطلاع بھی نہیں دیں گے۔ امام صاحب اب بیٹے کو حاصل کرنے کے لئے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ روسی اب جمال الدین کو اپنے سب سے کارآمد ہتھیار کے طور پر استعمال کریں گے۔ اب امام صاحب کی واحد امید اس جگہ سے فرار تھی۔ اکھلگو ہار دیا جائے' لیکن تحریک مجاہدین چلنی چاہئے' تاکہ اس علاقے کی آزادی اور جمال الدین کے حصول کی خاطر جنگ جاری رکھی جائے۔

اگلے دن جب روسیوں نے حملہ کیا اور وہ جوابی کارروائی کی توقع کر رہے تھے تو بڑی بامعنی خاموشی چھائی رہی۔ وہ آگے بڑھے لیکن کوئی جوابی کارروائی نہیں ہوئی۔ روسی بڑی تعداد میں قلعہ میں داخل ہو گئے۔ بالکل خاموشی چھائی رہی۔ صرف گدھ لاشوں کے بڑے ڈھیر پر پھڑپھڑا رہے تھے۔ جب حملہ آوروں نے اس ویران آبادی کے ایک حصہ کا چکر لگایا تو انہیں اس گہرے کھڈ کے پار بہت سارے آدمی نظر آئے جو پرانے اکھلگو کی جانب چڑھے چلے جا رہے تھے۔ جب روسی سپاہی ان کو دیکھ رہے تھے تو اچانک ان کو دیہاتیوں کی ایک بھیڑ نے آلیا جو کہ امام صاحب کا ترانہ گا رہے تھے۔ ان لوگوں کا مقصد اتنا قلعہ کی حفاظت نہیں تھا جتنا کہ یہ اللہ کے واسطے مرنا چاہتے تھے۔

بڑی زور دار لڑائی ہوئی۔ عورتیں مردوں کی طرح بے جگری سے اپنی مدافعت کر رہی تھیں اور بالکل غیر مسلح حالت میں سنگینوں پر خود کو ڈال رہی تھیں۔ لیکن ان پر قابو پا لیا گیا اور اب روسیوں نے پرانے اکھلگو پر توجہ کی جہاں بقایا مجاہدین آخری جنگ کی تیاری کر رہے تھے۔ یہ مجاہدین اب بھی ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں تھے اور چونکہ روسی بالکل نزدیک تھے تو مجاہدین نے نہایت سخت دست بدست لڑائی لڑی۔ چنانچہ لڑائی ایک ہفتہ مزید جاری رہی۔

پتھر کی ہر جھونپڑی اور ہر غار طاقت کے استعمال سے ہی قابو کئے جا سکے۔ عورتیں اور بچے' پتھر یا تلواریں ہاتھوں میں اٹھائے روسیوں کی سنگینوں پر اپنے آپ کو ڈال دیتے تھے یا پھر مایوسی کی صورت میں اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دیتے تھے۔ ان میں حضرت امام شامل کی بہن بھی تھی۔ اس انتہائی خونریز لڑائی کے مناظر تصور میں لانے بھی مشکل ہیں۔ ماؤں نے اپنے بچوں کو خود اپنے ہاتھوں قتل کیا تاکہ وہ روسیوں کے ہاتھ نہ آجائیں۔ کئی خاندان اپنے مکانوں کے ملبے تلے ختم ہو گئے۔ بعض مجاہد جو گہرے زخموں کی وجہ سے تھکے ہوتے تھے اپنی جانوں کے عوض بڑی قیمت وصول کرتے تھے۔ وہ یہ ظاہر کرتے تھے کہ انہوں نے اپنا اسلحہ چھوڑ دیا ہے لیکن پوری مکاری سے ان روسی سپاہیوں پر وار کرتے تھے جو ان کے نزدیک آتے تھے۔

مجاہدین کو دریائے کوسو کے اوپر کے غاروں سے نکالنے میں بے انتہا مشکلات کا سامنا ہوا۔ روسیوں کو اپنے سپاہی رسوں کی مدد سے نیچے اتارنے پڑے۔ روسی سپاہی بے شمار لاشوں کی بدبو سے بے حال ہو گئے۔ دونوں اکھلگوؤں کے درمیان کے گہرے کھڈ میں حفاظتی دستہ بدبو کی وجہ سے ہر چند گھنٹے بعد بدلنا پڑتا تھا۔ ایک ہزار سے زیادہ لاشیں گنی گئیں۔ بے شمار دریا میں بہہ گئیں یا چٹانوں پر پڑی سڑ رہی تھیں نو سو قیدی پکڑے گئے جن میں زیادہ تر عورتیں' بچے اور بوڑھے تھے لیکن انہوں نے بھی اپنے زخموں اور تھکاوٹ کے باوجود آسانی سے ہتھیار نہیں ڈالے۔ بعض نے اپنی بقایا طاقت استعمال کر کے اور روسیوں سے سنگینیں چھین کر خودکشی کر لی تاکہ قید نہ ہونا پڑے اور زندگی ختم ہو جائے۔ اس سارے ڈرامہ کا آخری منظر یہ تھا کہ کچھ بچے جو زندہ بچ گئے تھے وہ رو رہے تھے اور

آہ و بکا کر رہے تھے اور زخمی اور قریب الموت لوگ کراہ رہے تھے۔

۲۹/ اگست کو محاصرہ ختم ہو گیا۔ یہ ۸۰ دن لمبا محاصرہ تھا جس کے دوران روسیوں کی نصف فوج ختم ہو گئی۔ لیکن روسیوں کی فتح بڑے اضطراب میں تبدیل ہو گئی کیونکہ امام صاحب غائب ہو گئے تھے۔۔۔

اکھلگو کے محاذ پر شکست کے بعد امام شامل کا دشمن کے نرغے سے فرار

کافی عرصہ تک امام صاحب کے غائب ہونے کے بارے میں حقیقت معلوم نہیں ہو سکی۔ امام صاحب کا غائب ہو جانا ایک معجزہ ہی معلوم ہوتا تھا' لیکن آخر کار معلوم واقعات سے مسلسل کہانی بن گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۲۱/ اگست کی رات کو جب امام صاحب کو معلوم ہوا کہ جمال الدین کو سینٹ پیٹرزبرگ بھیج دیا گیا ہے تو انہوں نے اس انتہائی دلیرانہ فرار کی سکیم بنائی اور اس پر عمل کیا۔

یہ رات بڑی سخت تاریک تھی اور آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ امام صاحب معہ ان کی عزیز بیوی فاطمہ اور غاضی محمد جو ان کا چھوٹا بیٹا تھا' چند وفادار نائب' امام صاحب کی دوسری بیوی جاورت اور اس کا چند ماہ عمر کا بیٹا سعید' یہ سب اس مہم پر چل پڑے۔ فاطمہ ان کا ساتھ نہیں دے سکی۔ وہ سب رینگتے ہوئے پہاڑ سے اتر رہے تھے اور پہاڑ سے چمٹے ہوئے تھے۔ فاطمہ کو آٹھ مہینے کا حمل تھا۔ فیصلہ کیا گیا کہ وہ زیادہ آہستہ رفتار سے پیچھے آئیں گی اور دور نیچے دریا پر سب کے ساتھ مل جائیں گی۔ اس نشیبی سفر کے آدھے راستہ میں یہ لوگ پورا ایک دن ایک غار میں چھپے رہے۔ اس دوران انہوں نے قطعاً کوئی حرکت نہیں کی اور نہ ہی فاطمہ پر نظر ڈالی کہ کہیں کسی روسی سپاہی کی نظر ان پر نہ پڑ جائے۔

اگلی رات کی تاریکی میں وہ اس کھڈ کو عبور کرنے میں ایک درخت کے تنے کی مدد سے جو بڑے خطرناک طریق پر کھڈ پر پڑا تھا' کامیاب ہو گئے۔ امام صاحب نے غاضی محمد کو

اپنی کمر پر اٹھایا ہوا تھا اور بچے کے جوتے منہ میں پکڑے ہوئے تھے۔ آخر کار وہ مقابل کی چٹان تک حفاظت سے پہنچ گئے۔ اس وقت امام صاحب نے دیکھا کہ فاطمہ نائبوں تک پہنچ گئی ہے اور کھڈ عبور کرنے ہی والی ہے۔ اپنی صحت کی نازک حالت کے باوجود اور نیچے خطرناک گہرائیاں ہونے کے باوجود جن میں پر شور پانی بہہ رہا تھا فاطمہ بھی حفاظت سے پار اتر گئیں۔ جاورت فاطمہ کے پیچھے آ رہی تھی اور چھوٹے بیٹے سعید کو اٹھائے ہوئے تھی کہ ایک روسی سپاہی نے اسے دیکھ لیا اور گولی چلا دی جس سے ماں بیٹا دونوں ہلاک ہو گئے۔ دوسرے لوگ اتنا بھی نہیں کر سکتے تھے کہ جاورت کو دفنائیں۔ یہ تو خود روسی گولیوں کی زد میں تھے۔ چنانچہ آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا گیا اور انہوں نے درخت کے تنے کے پل کو گرا دیا تاکہ کوئی ان کا تعاقب نہ کر سکے۔ پھر یہ چھوٹا سا گروہ چٹانوں میں چھپ گیا اور اس وقت تک چھپا رہا جب تک روسی نشانہ بازوں نے اپنی نگرانی ختم نہیں کر دی۔ پھر یہ گروہ رینگتا ہوا دریا تک پہنچا۔ یہاں انہوں نے لکڑی کے تنے جوڑ کر ایک رافٹ بنایا اور اس پر گھاس پھوس کے مصنوعی انسان سے بنائے اور جب اس رافٹ کو پانی پر بہایا تو روسی سپاہیوں نے اس کو امام شامل صاحب کی سواری سمجھا اور اس پر خوب گولیاں برسائیں۔ رافٹ بہاؤ کے ساتھ نیچے جا رہا تھا تو روسی سپاہی بھی نیچے کی طرف بڑھ بڑھ کر گولیاں برساتے رہے۔

امام صاحب اور ان کے پیروؤں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور دریا کے اوپر کی جانب چل پڑے۔ ایک جگہ دریا کچھ چوڑا تھا۔ یہاں ان کو امید ہوئی کہ کوئی پہاڑی پناہ گاہ مل جائے گی لیکن بدقسمتی سے یہاں ان کو ایک روسی چوکی ملی اور اس سے زوردار لڑائی چھڑ گئی۔ امام صاحب زخمی ہو گئے۔ ایک نائب شہید ہو گئے اور ایک روسی سنگین نے چھوٹے خاضی محمد کی ٹانگ کو زخمی کر دیا۔ لیکن امام صاحب کی تلوار نے روسی لیفٹنٹ کا کام تمام کر دیا اور روسیوں کا چونکہ لیڈر مارا گیا تو باقی بڑی بزدلی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ سارا دن وہ چیچنیا کے سخت پہاڑی علاقے میں چھپ چھپ کر چلتے رہے اور اوپر چڑھتے رہے تاکہ بلند پہاڑوں میں پہنچ جائیں جن پر کوئی کوئی انسان بس کبھی کبھی ہی جاتے تھے۔ اکھلگو سے چلنے کے بعد انہوں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ اس کے علاوہ خاضی محمد اب

اپنے ٹانگ کے زخم کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا تھا اور کھانا اور پانی مانگ رہا تھا لیکن ان کے پاس کچھ نہیں تھا۔ فاطمہ پر مردنی چھا گئی تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ مزید ساتھ نہیں چل سکے گی۔ اس جگہ کی مزید تفصیل لیسلے بلانچ کی کتاب میں نہیں ہے۔

دوپہر کے وقت یہ لوگ آرام کے لئے ٹھہر گئے لیکن انہیں دور سے غمری کے سکاؤٹوں نے دیکھ لیا اور پہچان لیا۔ یہ سکاؤٹ روسیوں کے ساتھ ہو گئے تھے اور انہی کی جانب سے پہرہ اور تلاش کر رہے تھے۔ ان غمریوں نے فائر کھول دیا لیکن ان کا نشانہ صحیح نہیں تھا۔ امام صاحب نے ان کو پہچان لیا کہ یہ غدار لوگ تھے۔ امام صاحب کھڑے ہو گئے اور اس بات کی بالکل پرواہ نہیں کی کہ کھڑی حالت میں ان پر بہت آسانی سے نشانہ لگایا جا سکتا تھا۔ امام صاحب نے ان غمریوں پر لعنت ملامت کی اور خدا کو گواہ بنا کر بلند آواز میں کہا کہ میں تم لوگوں سے بدلہ لوں گا۔ "اے غمری والو ہم دوبارہ ملیں گے" یہ کہہ کر وہ اوپر چڑھنے لگے۔ فائرنگ کا ایک بڑا برسٹ غمریوں کی طرف سے آیا لیکن امام صاحب کے ارد گرد ادھر ادھر ہی بکھر گیا۔ اس کے بعد غمریوں نے پیچھا نہیں کیا۔ غالباً یہ لوگ اب تک امام صاحب سے خائف اور مرعوب ہو چکے تھے۔ ایک گولی امام صاحب کے ساتھ سے گزری لیکن نشانے سے چوک گئی۔

اس رات یہ گروہ بری طرح سے تھکا ہوا سو رہا تھا اور یہ اپنی چوکیداری بھی نہیں کر رہا تھا۔ اس وقت دھوکہ باز احمد خان جس کے ساتھ کچھ غدار قبائلی لوگ تھے اس جگہ سے چند فٹ کے فاصلے سے گزرا جہاں امام صاحب چھپے ہوئے تھے۔ احمد خان نے روسیوں سے اجازت لے لی تھی کہ وہ امام صاحب کو قتل کر دے۔ کتاب "کرانیکل" جو امام صاحب کے ایک شاگرد نے تاریخ کے طور پر مرتب کی ہے کے الفاظ ہیں : "اللہ نے ان کی آنکھوں کو دوسری جانب پھیر دیا"۔ چنانچہ وہ اپنے شکار کو نہ دیکھ سکے اور اپنے روسی اڈہ کو لوٹ گئے۔ اس بار پھر ایک مرتبہ مزید یہ واقعہ ہوا کہ امام صاحب معجزانہ طریقہ پر بچ گئے۔

چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ تحریک جہاد جاری رہے گی۔ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی۔ البتہ اکہنگو کے معرکے میں امام صاحب کا بہت نقصان ہوا۔ جاورت اور اس کا بچہ'

صاحب کا بیٹا جمال الدین 'ان کا قلعہ 'ان کا فخر اور اعتماد 'نوے فیصد سے زیادہ مجاہدین اور خاضی محمد کا زخم جو اسے لنگڑا کر سکتا تھا۔ فاطمہ اور اس کے حمل کے متعلق تو امام صاحب کو یقین نہیں تھا کہ وہ اس ہنگامی سفر میں زندہ بچ سکے گی۔ اس وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ امام صاحب در بدر پھریں گے اور ان کے دشمن ان کی تلاش میں رہیں گے لیکن انسان اپنا کام ختم کرنے تک زندہ رہتا ہے۔ چنانچہ امام صاحب اپنی قسمت کے لکھے کے مطابق اپنے سفر زندگی پر رواں دواں رہے اور انہوں نے اپنے علاقہ کی تاریخ میں بہت بڑا نام پیدا کیا۔

روسی کیمپ

امام صاحب کے دوسری مرتبہ غائب ہونے کے بعد روسی ایک دوسرے کو فتح پر مبارک باد دے رہے تھے۔ روسیوں کے لئے اب اکھنگو میں کچھ معمولی کام رہ گئے تھے 'مثلاً چند ایک بقایا گنوار قبائل کو زیر کرنا وغیرہ۔ حضرت امام شامل کے سر کی قیمت جنرل گراب نے تھوڑی سی مقرر کی لیکن اس معاملہ میں زیادہ سنجیدگی نہیں دکھائی اور فتح کے نشے میں تیمر خاں شورا لوٹ گیا۔ سینٹ پیٹرز برگ میں زار نے اکھنگو کی فتح کی خوشی اس طرح منائی کہ فتح مند فوج کے لوگوں کے لئے ایک میڈل بنوایا۔

کسی کو معلوم نہیں تھا کہ امام صاحب کہاں ہیں۔ ان کے فرار کو ان افسروں کی بے عزتی سمجھا جا رہا تھا جن کو امید تھی کہ وہ امام صاحب کو اپنا قیدی بنائیں گے لیکن ابھی اس چیز کا احساس نہیں تھا کہ فرار ہونے کی وجہ سے امام صاحب ہتھیار ڈالنے سے بچ گئے' چنانچہ ان کی عزت محفوظ ہے۔

اس علاقے کے مجاہدین ڈالنے رکھنے کی نسبت موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ روسیوں کو ابھی معلوم نہیں تھا کہ مجاہدین کے نزدیک ہتھیاروں خاص طور پر تلواروں کی کس قدر قدر و قیمت ہے۔ چونکہ امام صاحب آزاد ہیں اور ان کے ہاتھ میں تلوار ہے تو ان کی شکست بے معنی ہے۔ روس کو محض ایک پہاڑی چٹان بہت بھاری قیمت پر ملی ہے۔ امام صاحب کا بہت نقصان ہوا ہے لیکن ان کی آزادی اور عزت دونوں برقرار ہیں۔

روسیوں کو البتہ امام صاحب ایک مارا ہوا شکار لگتے تھے۔ ان کے متعلق گراب نے لکھا :

> ''شامل کا شرمناک فرار اور جن قبائل نے اس کا ساتھ دیا تھا ان کو ایسا سبق جس کو ان کی نسلیں یاد رکھیں گی۔ ان کی وجہ سے شامل اپنے اثر و رسوخ سے محروم ہو گیا ہے اور اب اس کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ پہاڑوں میں اکیلا گھومتا پھرے گا اور اسے صرف اپنی ضروریات زندگی اور اپنی ذات کی حفاظت کا ہی خیال رہے گا۔ تحریک جہاد اپنے تمام پیروؤں اور ہمدردوں کے ساتھ ختم ہو چکی ہے۔''

جنرل گراب کو اپنے اس خیال پر پختہ یقین تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ مستقبل کی کسی روسی مہاتی فوج کو کوئی مقابلہ درپیش نہیں ہو گا اور یہ کہ اب متعدد قلعے تعمیر کئے جا سکتے ہیں جن کی کوئی مزاحمت نہیں کرے گا۔ اب کوئی بے چینی نہیں ہے اور نہ کسی بغاوت کا خطرہ ہے۔

زار روس

جنرل گراب کی رپورٹ کے حاشیہ پر زار روس نے لکھا :

> ''بہت خوب' یہ تو سب بہت اچھا ہوا لیکن شامل کا فرار افسوسناک ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ پھر گڑبڑ کرے گا اگرچہ وہ اپنے وسائل اور اپنے اثر و رسوخ کا بیشتر حصہ ضائع کر چکا ہے۔''

لیکن داغستان میں اپنے لوگوں کے لئے اور بقایا جہادی قوتوں کے لئے جو تمام پہاڑوں میں پھیلی ہوئی تھیں' کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ حضرت امام شامل ان کے سردار' ان کے امام اور پیشوا رہے' اور سب لوگ اپنے اس امام کے اگلے قدم اٹھنے کے منتظر رہے۔

(جاری ہے)

افکار و آرا.

کیا عربی گرامر اور تعلیمات قرآنی کا سیکھنا ہی کافی ہے؟

لائبریری ★ قرآن اکیڈمی کراچی ★

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اکثر قارئین کے علم میں ہے کہ
((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرآنَ وَعَلَّمَهُ)) (بخاریؒ)
تم میں سے بہترین وہ ہیں جو قرآن سیکھیں اور سکھائیں"۔

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں وہ تمام حضرات و خواتین بڑے خوش نصیب ہیں جو پورے خلوص و اخلاص کے ساتھ تعلیمات قرآنی سیکھنے اور سکھانے کی خدمت میں مصروف ہیں۔ البتہ اگر صرف عربی گرامر، قرآن حکیم کا ترجمہ اور اس کے تفسیری نکات سیکھنا اور سکھانا ہی پیش نظر ہے اور اس سے آگے بڑھ کر کسی حرکت اور عملی جدوجہد کا ارادہ نہیں تو اس سے بڑی محرومی کوئی نہیں۔ اس کی وجوہات یہ ہیں :

۱۔ قرآن حکیم بار بار پورے کے پورے دین پر عمل کی دعوت دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کو دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب شدید کی وعید سناتا ہے جو دین کے کچھ حصوں پر عمل کریں اور کچھ پر نہ کریں۔ قرآن حکیم پر عمل محض نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی سے مکمل نہیں ہوتا بلکہ قرآن حکیم بار بار امربالمعروف اور نہی عن المنکر اور قیام عدل و قسط کے لئے جہاد کی دعوت دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو آل عمران ۱۰۴ اور ۱۱۰، النساء ۱۳۵، المائدہ ۸، الحج ۷۸، الشوریٰ ۱۳ اور الحدید ۲۵۔ اب اگر ہم ترجمہ اور تفسیر قرآن صرف پڑھتے اور پڑھاتے ہی رہیں اور ہمارے اکثر اوقات اپنے کیریئر بنانے اور کاروبار چمکانے میں صرف ہوں اور قرآن حکیم کا پڑھنا پڑھانا محض ایک مشغلہ (hobby) بن جائے تو ہماری شخصیت split ہو جائے گی۔ ایک باضمیر آدمی جس میں اپنا تجزیہ کرنے یعنی self criticism کی صلاحیت ہوتی ہے اپنی نگاہوں میں خود کو حقیر محسوس کرے گا کہ

قرآن کچھ اور کہہ رہا ہے جبکہ تم کچھ اور کر رہے ہو۔ اپنی ہی نگاہوں میں ذلیل ہونے کی کیفیت انسان کو نفسیاتی مریض بنا دیتی ہے اور اس میں خود اعتمادی کا وصف ختم کر دیتی ہے جس سے اس کے تمام معمولات زندگی متاثر ہوتے ہیں۔

۲۔ قرآن حکیم اپنے پڑھنے والوں میں بے حیائی' برائی اور ظلم کے خلاف ایک حرکت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ حرکت اِس کائنات کا اصل الاصول ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات اِک تغیّر کو ہے زمانے میں

اب اگر قرآن حکیم کے پڑھنے اور پڑھانے والوں میں مطلوبہ حرکت پیدا نہ ہو تو یہ جمود اسے پسپائی پر مجبور کر کے معکوس سمت میں متحرک کر دیتا ہے۔ انسان کی فکر صحیح تصورِ دین تک رسائی کے بعد اب محرومی کی طرف لوٹتی ہے۔ انسان اپنی بے عملی کے خوش نما جواز فراہم کرنا شروع کرتا ہے اور "اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلۡمٍ" (اللہ نے اسے باوجود علم کے گمراہ کر دیا۔ الجاثیہ : ۲۳) کا ضابطہ خداوندی حرکت میں آجاتا ہے۔

۳۔ اِس وقت ظلم و ستم' جور و استبداد' بے ہودگی و بے حیائی اور کئی گمراہ کن تصورات بڑے منظم انداز میں اور ایک طوفان کی صورت میں اہل ایمان پر حملہ آور ہیں۔ طوفان کا مقابلہ طوفان ہی سے کیا جا سکتا ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ ؏

عشق خود اِک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام!

لہٰذا برائی و بے حیائی کے اس طوفان کی راہ روکنے کے لئے نیکی اور تقویٰ کی تلقین کا منظم اور بھرپور طوفان اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم نے یہ منزل سر کر لی تو وہ وقت دُور نہیں جب زمانہ پھر وہ منظر دیکھے گا کہ

﴿بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَی الۡبَاطِلِ فَیَدۡمَغُہٗ فَاِذَا ھُوَ زَاھِقٌ﴾

"بلکہ ہم حق کو اٹھا کر باطل پر دے مارتے ہیں' پس وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے اور باطل مٹ کر رہ جاتا ہے۔"

۴۔ نزول قرآن کا اصل مقصد نوع انسانی کے لئے ہدایت و رہنمائی فراہم کرنا ہے'

حصول ہدایت کے لئے محض قرآن حکیم کا پڑھنا اور پڑھانا کافی نہیں بلکہ اس کے لئے حق کی سربلندی کی خاطر پیہم جدوجہد درکار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ...﴾

"اور جو لوگ ہماری راہ میں جہاد کرتے ہیں ہم انہیں ضرور اپنے راستوں کی ہدایت دیتے ہیں۔"

گویا قرآن حکیم سے حصول ہدایت اور آخرت میں فوز و فلاح کے لئے ہر سطح پر احکاماتِ خداوندی کی سربلندی کے لئے مسلسل جہاد ازبس ضروری ہے۔

حقیقت تصوف کے موضوع پر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد
کے جامع خطاب پر مشتمل کتابچہ

مروجہ تصوف یا سلوک محمدی؟
یعنی
احسان اسلام!

شائع ہو گیا ہے
صفحات ۴۴، سفید کاغذ، عمدہ طباعت، قیمت۔/۱۰ روپے
شائع کردہ : مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

- ایک مسلمان کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داریاں کون کونسی ہیں؟
- دعوت و تبلیغ اور غلبہ دین کی جدوجہد اضافی نیکی کے کام ہیں یا بنیادی فرائض میں شامل ہیں؟

ان موضوعات پر ایک مختصر لیکن نہایت جامع کتابچہ

دینی فرائض کا جامع تصور

از : **ڈاکٹر اسرار احمد**، امیر تنظیم اسلامی
عمدہ کمپیوٹر کتابت، صفحات 40، قیمت : اشاعت خاص 10 روپے، اشاعت عام 6 روپے
شائع کردہ : **مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن**
قرآن اکیڈمی 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم پر مشتمل
ڈاکٹر اسرار احمد، امیر تنظیم اسلامی
کے دس خطبات کا مجموعہ

منہج انقلاب نبویؐ

سیرت النبیؐ کی روشنی میں اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے رہنما خطوط
صفحات ۳۸۴، قیمت : 72 روپے
شائع کردہ : **مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن**
قرآن اکیڈمی 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن لاہور

بقیہ : عرضِ احوال

اعلیٰ ترین عہدے پر فائز صدر مملکت کی حیثیت "ٹوکن صدر" سے زیادہ نہیں ہے۔ اندیشہ یہ ہے کہ اپنی اس کوشش میں میاں نواز شریف اپنے بھاری بھرکم مینڈیٹ کے بوجھ تلے دب کر نہ رہ جائیں۔ موجودہ حکومت کی طرف سے بھارت کے ساتھ ہر قیمت پر دوستی اور غیر مشروط مفاہمت کا راگ الاپنے سے ہندوستان کے ساتھ ہزار سالہ جنگ کا نعرہ لگانے والے کسی نئے طالع آزما کے لئے ملک کی سیاسی فضا تیزی سے ہموار ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس بات کا پورا امکان موجود ہے کہ ماضی کی طرح ملک میں پھر "دمادم مست قلندر" کا نعرہ لگانے والا کوئی طالع آزما لیڈر ڈگڈگی بجا کر عوام کو اپنے پیچھے لگا لے۔ انہوں نے کہا کہ اس بات کے واضح شواہد موجود ہیں کہ پاکستان کے قیام کو عالمی سطح پر غلبہ اسلام کی عظیم کڑی کی حیثیت حاصل ہے مگر ہم قومی سطح پر نفاذ اسلام کے وعدے سے مسلسل روگردانی اختیار کرنے کی وجہ سے عذاب الٰہی کی گرفت میں آ چکے ہیں۔ چنانچہ دو قومی نظریہ کی علمبردار ایک قوم نہ صرف کئی قومیتوں میں تقسیم ہو چکی ہے بلکہ کرپشن اور بدعنوانی کی وجہ سے پوری قوم اخلاقی سطح پر دیوالیہ پن کا شکار ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ قرارداد مقاصد میں کہ جو دستور پاکستان کا حصہ ہے' اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے کا اعلان اگرچہ اپنی جگہ نہایت اہمیت کا حامل ہے اور ایک لینڈ مارک کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ دستور میں قرارداد مقاصد سے متصادم اور غیر اسلامی دفعات کی موجودگی کے باعث ملک کا آئین منافقت کا پلندہ بن چکا ہے۔ مذہبی دہشت گردی کی صورت میں ملک پر عذاب خداوندی کی بدترین صورت مسلط ہے۔

انہوں نے کہا اگر پاکستان قائم نہ ہوتا تو نفاذ اسلام کا علم بلند کرنے والی جماعتوں کو اتنے وسیع مواقع حاصل نہ ہوتے۔ ملک میں دین کو غالب اور سربلند دیکھنے کی خواہش رکھنے والوں کی بڑی تعداد موجود ہے مگر دینی سیاسی جماعتوں کے غلط طریق کار اور باہمی اختلافات کی وجہ سے عظیم دینی قوت عملاً غیر موثر ہو چکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ دین کے غلبہ کی جدوجہد ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے' چنانچہ دین کے نفاذ کی جدوجہد کرنے والی کسی نہ کسی دینی جماعت میں شمولیت اختیار کرنا ہر مسلمان کا اولین دینی فرض ہے جس کی ادائیگی میں مزید تاخیر و تعویق ملکی سالمیت کے اعتبار سے خوفناک نتائج کی حامل ہو سکتی ہے۔OO

ONTHLY
Meesaq
AHORE

Reg. No. CPL 125
Vol. 47 No. 2
Feb. 1998

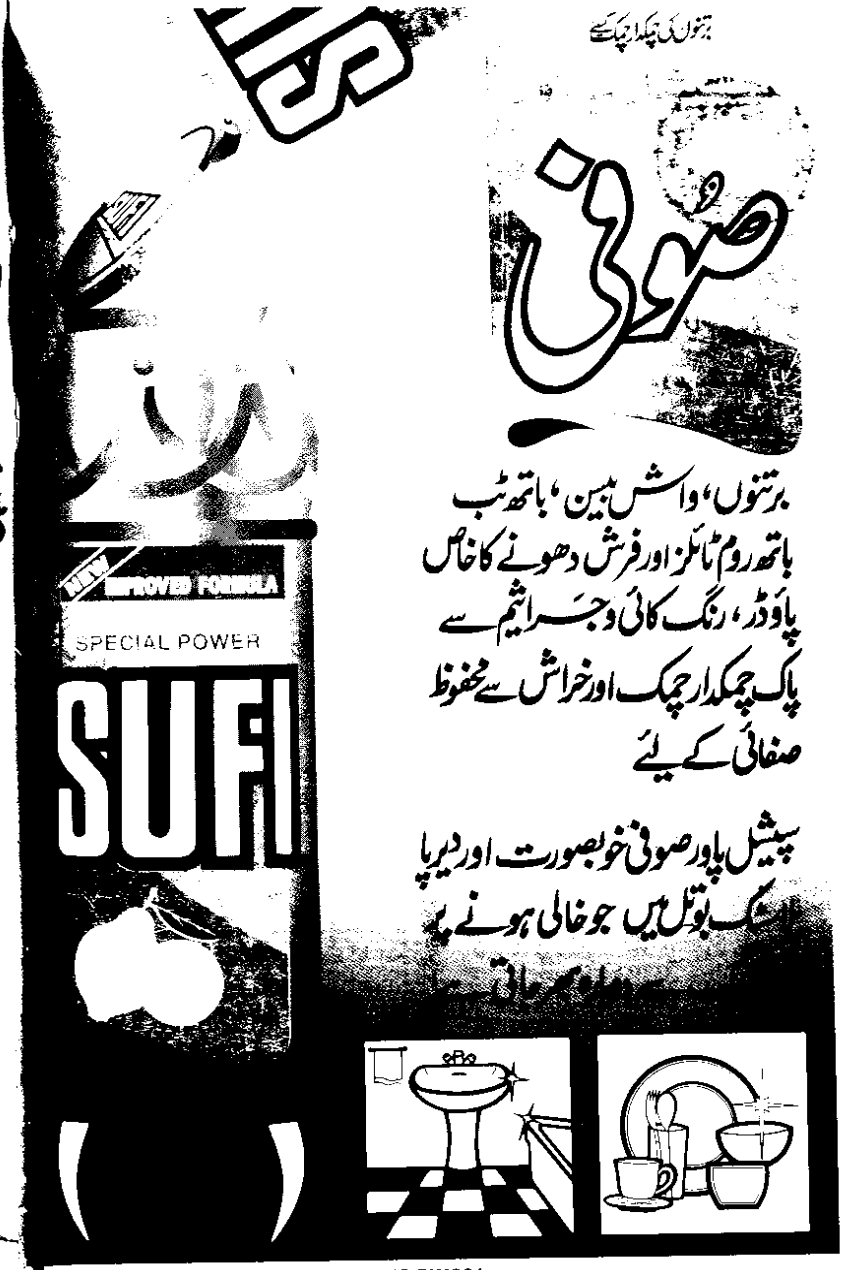

FOTO SCAN PH;7234042-7111906